ڈاڑھی اور انبیاء کی سنتیں

تالیف

حضرت مولانا مفتی سعید احمد صاحب پالن پوری

اُستاذِ حدیث دار العلوم دیوبند

ناشر

مکتبہ حجاز، دیوبند، ضلع سہارنپور (یوپی)

قدم بڑھاؤ، ترقی کرو ضرور ولے
رہے رسول کے قدموں پہ سر خدا کے لئے (اکبر)

ڈاڑھی اور انبیاء کی سُنتیں

ناخن تراشنا، بغل کے بال لینا، زیر ناف لینا، مسواک کرنا، ناک کی صفائی کرنا، جسم کے جوڑوں کا دھونا، پانی سے استنجا کرنا، کلی کرنا، ختنہ کرانا، بالوں میں مانگ نکالنا، ڈاڑھی اور مونچھ تراشنے کے متعلق واضح احکامات، مسائل، دلائل، اور فضائل کا مجموعہ، ڈاڑھی پر ہونے والے اعتراضوں کے جوابات بھی شامل کتاب ہیں

تالیف

حضرت مولانا مفتی سعید احمد صاحب پالن پوری
استاذ حدیث دارالعلوم دیوبند

ناشر
مکتبہ حجاز دیوبند ضلع سہارن پور (یو، پی)

نام کتاب: ڈاڑھی اور انبیا کی سنتیں

مصنف: حضرت مولانا مفتی سعید احمد صاحب پالن پوری
استاذ حدیث دار العلوم دیوبند

صفحات: ۱۲۸

کتابت: روشن کمپیوٹرز دیوبند
محلّہ اندرون کوٹلہ برمکان مفتی سعید احمد صاحب
پالن پوری
فون نمبر (01336)22086

طباعت: ایچ۔ایس آفسٹ پرنٹرس 714 چاندنی محل دریا گنج نئی دہلی

سول ایجنٹ

مکتبہ وحیدیہ نزد سفید مسجد دیوبند

فہرست مضامین

کیا؟ کہاں؟

ڈاڑھی اور طرح طرح کی باتیں

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مقدمہ طبع جدید

یہ کتاب سب سے پہلے "ڈاڑھی اور فطرت کی باتیں" کے عنوان سے شائع ہوئی تھی، چار سال کے وقفہ کے بعد ۱۳۹۴ھ میں دوبارہ شائع کی گئی تو سابق نام بدل کر "ڈاڑھی اور انبیاء کی سنتیں" رکھا گیا اور نظر ثانی کی گئی تو کتاب میں غیر معمولی اضافے ہوگئے، کئی ضروری مسائل بڑھائے گئے بہت سی جگہوں میں حوالے بڑھائے گئے اور دو سنتوں کا یعنی ختنہ اور مانگ نکالنے کا اور بالوں کے مسائل کا اضافہ کیا گیا، نیز ڈاڑھی کے مسئلہ پر چند اعتراضوں کے جوابات بھی اس میں بڑھائے گئے۔

اس کے بعد کتاب بار بار طبع ہوتی رہی، دسیوں ایڈیشن بفضلہ تعالیٰ چھپے اور ہاتھوں ہاتھ نکل گئے، تا آنکہ اس کی پلیٹیں گھس پٹ گئیں اور نئی کتابت ضروری ہوگئی چنانچہ اب اس کو کمپیوٹر کی خوبصورت کتابت کے ساتھ شائع کیا جارہا ہے، اس موقع پر پھر ایک بار نظر ثانی کی گئی تو مزید اضافے ناگزیر معلوم ہوئے، حضرت مدنی قدس سرہ کا "ڈاڑھی کا فلسفہ" اور فتاویٰ رحیمیہ سے اور "آپ کے مسائل اور ان کا حل" سے متعدد فتاویٰ شامل کتاب کئے گئے ہیں

دست بدعا ہوں کہ رب ذو الجلال والاکرام اس حقیر سعی کو خلعت قبولیت سے نوازیں اور اس سے امت کو فیض پہنچائیں (آمین)

سعید احمد عفا اللہ عنہ پالن پوری

خادم دار العلوم دیوبند

۲۶/ محرم ۱۴۱۹ھ

مقدمہ طبع اوّل

الحمد للّٰہ و کفٰی و سلام علی عبادہ الذین اصطفٰی، اما بعد:

فقد قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم : اما بعدُ: فَاِنَّ خَیْرَ الْحَدِیْثِ کِتَابُ اللّٰہِ، وَخَیْرَ الْھَدْیِ ھَدْیُ مُحَمَّدٍ، وَشَرَّ الْاُمُوْرِ مُحْدَثَاتُھَا، وکلُّ بدْعَۃٍ ضَلَالَۃٌ(رواہ مسلم ونسائی)

رسول اللہ ﷺ نے (خطبہ دیتے ہوئے) ارشاد فرمایا کہ کتاب اللہ بہترین کلام ہے اور محمد (ﷺ) کا طرز حیات بہترین طرز حیات ہے اور بدترین چیزیں نوایجاد چیزیں ہیں اور ہر بدعت (نئی چیز) گمراہی ہے۔

مذکورہ ارشاد نہایت واضح ہے، کسی تشریح کا محتاج نہیں اللہ کے رسول (میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں) ﷺ کا طرز حیات ہی عمدہ اور نفیس ترین طرز حیات ہے، انسانوں کے ایجاد کردہ طرُق زندگی بدترین اور مہلک ترین نظامہائے حیات ہیں اور اگر اس "ایجاد بندہ" کو دین سمجھ لیا جائے تو وہ بدعت ہے اور ہر بدعت بلاریب عظیم گمراہی ہے (أعاذنا اللہ منھا)

برادران اسلام سے گذارش ہے کہ وہ اپنے نظام حیات کے ہر ہر جزیہ پر نظر ثانی کریں، اگر وہ شیطانی اور دجالی نظر آئے تو اللہ کے رسول ﷺ کے نظام حیات کی طرف لوٹ آئیں۔ صبح کا بھولا شام کو لوٹ آئے تو اسے بھولا نہیں کہتے!

☆ ☆ ☆

اور زنانہ حسن کا امتیاز قائم ہوتا ہے اور اسے دوبالا کرنے کی سعی بھی کی جاتی ہے۔

آج کے تمدن میں "بال" مستقل موضوع بنے ہوئے ہیں ان کی کاٹ تراش کے لئے مشینیں ہیں، شاپیں[1] ہیں، مردانہ طبقہ میں چہرے کا سب سے زیادہ نمایاں شعار ڈاڑھی ہے، جس کو چہرے کی زینت اور شوکت میں بہت زیادہ دخل ہے جس میں دنیا کی اقوام کے نظریے مختلف ہوگئے ہیں، بعض کے نزدیک ڈاڑھی کا وجود مردانہ حسن وشوکت کی روح ہے اور بعض کے نزدیک اس کا عدم یعنی امردیت ہی چہرہ کی زینت اور مصلحت سمجھی گئی ہے، عموماً عیسائی اور مجوسی اقوام تمدنی حیثیت سے اور بہت سے مشرک طبقے مذہبی حیثیت سے ڈاڑھی منڈانا ضروری خیال کرتے ہیں۔ ادھر سکھ، یہود اور جوگیہ ڈاڑھی رکھنے اور اسے لابنی چھوڑ دینے کے حامی ہیں، فریقین کے دلائل ومصالح جو کچھ بھی ہوں موضوع گفتگو صرف یہ ہے کہ اسلام نے جانبین کے افراط وتفریط سے الگ ہوکر اعتدال کی راہ اختیار کی ہے پہلی اقوام کے مقابلہ میں تو ڈاڑھیاں رکھنے کا حکم دیا ہے تاکہ "ریش تراشی" میں ان سے تشبہ منقطع ہو جائے اور دوسرے طبقہ کے مقابلہ میں ڈاڑھی کی کچھ حدبندی کردی ہے تاکہ "ریش درازی" میں ان سے تشبہ منقطع ہو جائے۔

پہلی صورت کے متعلق حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کی حدیث میں یہ ارشاد نبوی مروی ہے کہ: "مشرکین کا خلاف کرو، مونچھیں پست کرو اور ڈاڑھیاں بڑھاؤ" اور دوسری روایت میں ہے کہ "مونچھیں کتر دو اور ڈاڑھیاں لٹکاؤ" (بخاری ومسلم)

روایات بالا سے کلی طور پر مخالفت کفار، اسلام کا ایک اہم مقصد ثابت ہوتا ہے اور اس کے ضمن میں نصاً ڈاڑھیوں کا رکھنا واجب قرار پاتا ہے، پھر اس

---

(۱) شاپیں (SHOPS) دکانیں ۱۲

حدیث سے اختصار اُڈاڑھی منڈانے کی حرمت بھی نکل آتی ہے، کیونکہ اصولی ضابطہ معروف ہے الأمر بالشيء يقتضي النهي عن ضده (کسی کام کے کرنے کا حکم دینا اس کے خلاف کے کرنے سے ممانعت کا مقتضی ہے) پس جبکہ اس حدیث کی رو سے ڈاڑھی رکھنا واجب ٹھہرا تو اسی حدیث کی رو سے ڈاڑھی نہ رکھنا (خواہ منڈا کر ہو یا خشخشی کرا کر) حرام و ناجائز ثابت ہوگیا۔ ورنہ اگر منڈانا حرام نہ ہو بلکہ جائز ہو تو نہ منڈانا اور ڈاڑھیاں چھوڑنے کا امر ہی باطل ہو جائے گا۔

ان احادیث کو سامنے رکھ کر ان حضرات کو سوچنا چاہئے جو اپنی ڈاڑھیاں محض شوق یا شہوت نفس ہی کے ماتحت نہیں بلکہ علانیہ کفار کی مشابہت و موافقت کے لئے صاف کرا رہے ہیں، گویا اسلام کے اس اہم مقصد (مخالفت کفار) کا خلاف کرنا ہی ان کا اہم مقصد قرار پاچکا ہے (أعاذنا الله منه وإياهم) (التشبُّہ فی الاسلام)

☆ ☆ ☆

مسلم قوم ایک مستقل و ممتاز ملت ہے، جو تمام اقوام و ملل سے بالکل علیحدہ فطرت سلیمہ کی حامل و مالک ہے، خدا نے اس کو اقوام عالم پر شاہد و عادل بنا کر بھیجا ہے:

وَكَذٰلِكَ جَعَلْنَاكُمْ أُمَّةً وَّسَطًا لِّتَكُوْنُوْا شُهَدَآءَ عَلَى النَّاسِ وَيَكُوْنَ الرَّسُوْلُ عَلَيْكُمْ شَهِيْدًا ○ كُنْتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ

ہم نے تم کو ایک ایسی امت بنایا ہے جو نہایت اعتدال پر ہے تاکہ تم لوگوں پر شاہد ہو اور تمہارے لئے رسول اللہ ﷺ شاہد ہوں۔ تم لوگ بہترین امت ہو جو لوگوں کے لئے ظاہر کی گئی ہے۔

لیکن آہ! کہ یہ قوم اپنی دینی و مذہبی خصوصیات تو عرصہ ہوا کھو چکی تھی،

آج اپنی تمدنی و معاشرتی امتیازات کو بھی فنا کرتی جارہی ہے، رسم و رواج میں اہل وطن (ہنود) کی اتباع، تمدن و معاشرت میں اہل مغرب (انگریزوں) کی تقلید مسلمان کے رگ و ریشہ میں سرایت کرتی جارہی ہے۔

آج جب کہ دنیا کی ہر قوم اپنی زندگی اور اپنی قومی و ملی خصوصیات کے بقاء و تحفظ کے لئے سرگرم عمل نظر آرہی ہے، مسلمان اپنی قومی و ملی خصوصیات وامتیازات کو فرنگیت کے بھینٹ چڑھا کر ان ہی میں جذب ہوتے جارہے ہیں۔

یا للعجب! کل جو قوم اقوام عالم کے لئے جاذب و مصلح تھی، وہ آج کس سرعت کے ساتھ دوسروں میں جذب ہوتی جارہی ہے، اور اسی کو معیار ترقی خیال کیا جاتا ہے حالانکہ اہل بصیرت کے نزدیک یہ انتہائی تنزل وانحطاط اور قومیت کے لئے زہر ہلاہل سے کم نہیں ۔

ترسم نرسی بکعبہ اے اعرابی کیں رہ کہ تو میروی بہ ترکستان است

ڈاڑھی اسلام کے اہم شعار میں سے ہے، بلکہ انسانی و فطری اصول سے خواص رجولیت میں سے ہے، لیکن افسوس کہ سب سے زیادہ مسلمان ہی اس کی صفائی کے درپے ہیں اور اس طور سے قومی و ملی امتیاز سے قطع نظر، فطرت وانسانیت کے لئے بھی مضحکہ خیزی کا ذریعہ بن رہے ہیں۔ (امداد الفتاوی ۴: ۲۳۱)

☆ ☆ ☆

ایک تعلیم یافتہ شخص نے ایک طویل سوال حضرت مولانا احمد اللہ صاحب[1] شیخ الحدیث جامعہ حسینیہ راندیر کی خدمت میں تشفی کے لئے پیش کیا، مولانا موصوف نے اس ہیچمداں کو حکم فرمایا کہ اس کا جواب لکھے، چنانچہ اپنی بساط کے مطابق جواب لکھ کر روانہ کر دیا، عرصے کے بعد خیال آیا کہ یہ باتیں مخصوص طبقہ ہی کے لئے مفید نہیں، بلکہ عام لوگوں کے لئے بھی مفید ہیں، کیوں نہ اس مضمون

(۱) حضرت مولانا بروز ۲۶ صفر ۱۴۰۴ھ اللہ کو پیارے ہوگئے فرحمہ اللہ رحمۃ واسعۃ ۱۲

کو شائع کر دیا جائے؟ چنانچہ مناسب ترتیب دے دی گئی، ترتیب کے دوران کافی اضافے ہو گئے، حدیث فطرت کے تحت بیان ہونے والے تمام فقہی مسائل تقریباً اضافہ شدہ ہیں اور امید ہے کہ ان شاء اللہ وہ مفید ہی ثابت ہوں گے۔

سوال حذف کر دیا گیا ہے کیونکہ مضمون فہمی کے لئے اس کی چنداں ضرورت نہ تھی۔

علاوہ دیگر کتابوں کے حضرت مولانا عاشق الٰہی صاحب میرٹھی نور اللہ مرقدہ کی "ڈاڑھی کی قدر و قیمت" حضرت الاستاذ حکیم الاسلام مولانا محمد طیب صاحب قدس سرہ کا "التشبہ فی الاسلام" مرتب کتاب کے پیش نظر رہے ہیں۔

اللہ پاک ان بزرگوں کو ان کی خدمات جلیلہ کا بہتر سے بہتر صلہ عنایت فرمائیں۔ اور احقر کی اس معمولی کوشش کو قبولیت سے نوازیں۔ (آمین)

سعید احمد پالن پوری

دارالعلوم اشرفیہ

راندیر، ضلع سورت گجرات

۲۳/اگست ۱۹۷۰ء

بسم اللہ الرحمن الرحیم

حامداً ومصلیاً ومسلماً، اما بعد:

مرد کے لئے ڈاڑھی رکھنا واجب ہے، اور ایک مشت رکھنا بھی واجب ہے، بلا شرعی عذر کے منڈانا حرام ہے اس کا مرتکب فاسق ہے، ایک مشت سے کم کرانا مکروہ تحریمی ہے، اس پر اصرار و مداومت فسق ہے اور یہ مسئلہ اجماعی مسئلہ ہے، واللہ سبحانہ اعلم۔

آپ کی طویل تحریر کا تقاضہ ہے کہ جواب کی وضاحت کی جائے اس لئے عرض ہے کہ:

ڈاڑھی رکھنا واجب ہے

مرد کے لئے ڈاڑھی رکھنا واجب ہے، ابن عمر رضی اللہ عنہما روایت فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ:

انھکوا الشوارب واعفوا اللحی (رواہ الائمۃ الستۃ فی روایۃ) خالفوا المشرکین احفوا الشوارب واوفوا اللحی۔

مونچھوں کو اچھی طرح پست کرو اور ڈاڑھی کو بڑھاؤ۔ مشرکین کی مخالفت کرو، مونچھیں پست کرو اور ڈاڑھیاں پوری رہنے دو۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ روایت فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

جزّوا الشوارب وارخوا اللحی وخالفوا المجوس (رواہ السنۃ)

مونچھیں کتر دو اور ڈاڑھیاں لٹکاؤ اور مجوس کی مخالفت کرو۔

علامہ محمود بن خطاب سبکی مالکی حدیث کی شرح فرماتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں کہ

اصلُ الأمرِ الوجوبُ ولا يُصْرَفُ عنه الابدليل كما هو مُقَرَّرٌ في علم الاصول [۱]

امر وجوب کے لئے ہوتا ہے اور بلا دلیل وجوب سے رخ نہیں پھیرا جاسکتا جیسا کہ اصول فقہ میں طے شدہ ہے

علامہ احمد نفراوی مالکی رقمطراز ہیں:

قوله "وأمر النبي صلى الله عليه وسلم" المتبادرُ من قوله "أمَرَ" الوجوب [۲]

امام ابوزید کے قول وامر النبی ﷺ سے وجوب کی طرف ذہن سبقت کرتا ہے

ابن حزم ظاہری لکھتے ہیں:

فرض قص الشارب واعفاء اللحية [۳]

مونچھ کترنا اور ڈاڑھی بڑھانا فرض ہے

شارح مشکوۃ حضرت شاہ محدث عبدالحق دہلویؒ فرماتے ہیں:

وگذاشتن آں بقدر قبضہ واجب است [۴]

ایک مشت ڈاڑھی رکھنا واجب ہے

ڈاڑھی ایک مشت رکھنا واجب ہے

اور ڈاڑھی کا ایک مشت رکھنا واجب ہے، جس کا ثبوت سنت نبوی سے ہے، محدث دہلویؒ کی عبارت ابھی گذری ہے کہ ایک مشت ڈاڑھی رکھنا واجب ہے اور قاضی ثناء اللہ پانی پتی رحمہ اللہ کی عبارت مالابد منہ سے آگے فقہ حنفی کی تصریحات کے ضمن میں آرہی ہے کہ ڈاڑھی کو تراش کر ایک مشت سے کم کرنا حرام ہے۔ اور در مختار میں جو ہے کہ

إذا كان بقدر المسنون وهو القبضة

جب ڈاڑھی بقدر مسنون یعنی ایک مشت ہو الخ

(۱) المنہل العذب المورود ج ۱ ص ۱۸۶ (۲) نفراوی: شرح رسالہ امام ابوزید ۱۲
(۳) ابن حزم: المحلی ۲: ۲۲۰ (۴) محدث دہلوی: اشعۃ اللمعات ج ۱ ص ۲۸۸

اور امام محمد رحمہ اللہ نے کتاب الآثار میں جو تحریر فرمایا ہے کہ

والسنة فيها القبضة وهو أن	ڈاڑھی میں سنت ایک مشت رکھنا ہے
يقبض الرجل لحيته فما زاد	اس طرح کہ ڈاڑھی مٹھی میں لے لے
منها علي قبضة قطعه	اور جو زائد ہو کاٹ لے۔

ان تمام عبارتوں کا مطلب یہ ہے کہ سنت نبوی سے ڈاڑھی کا وجوب ایک مٹھی ہے، اس سے زائد رکھنا سنت نبوی سے ثابت نہیں ان عبارتوں سے بہت سے لوگوں کو دھوکہ ہوا ہے اس لئے ان کو اچھی طرح سمجھ لیں کہ ان عبارتوں میں قبضہ سے زائد کے سنت ہونے کی نفی کرنا مقصود ہے، ان عبارتوں کا یہ مقصود نہیں ہے کہ قبضہ تک ڈاڑھی رکھنا سنت ہے، فتاوی رحیمیہ میں ایک سوال وجواب ہے، اس سے یہ مسئلہ خوب واضح ہوتا ہے جو درج ذیل ہے:

ڈاڑھی کتنی رکھنا مسنون ہے؟

استفتاء ڈاڑھی ایک مشت سے زیادہ رکھنا منع ہے یا اجازت ہے؟

بینوا توجروا۔ دلیل — ۲۹۵

الجواب: ڈاڑھی ایک مشت رکھنا ضروری ہے ایک مشت سے بہت زیادہ رکھنا خلاف سنت ہے واعفاء اللحی قال محمدؒ عن ابی حنیفةؒ: تركها حتي تكثّ وتكثّر والتقصير فيها سنة وهو أن يقبض الرجل لحيته فما زاد علي قبضة قَطَعَهٗ لان اللحية زينة وكثرتها من كمال الزينة وطولها الفاحش خلاف السنة (الاختيار شرح المختار ص۱۶۷ ج۴)

ترجمہ: اعفاء اللحی (یعنی ڈاڑھی بڑھانے کے متعلق) امام محمد کی روایت ہے کہ حضرت ابوحنیفہ رحمہ اللہ نے فرمایا "ڈاڑھی کو چھوڑے رکھنا چاہئے۔ یہاں تک کہ گھنی ہو جائے اور بڑھ جائے اور ڈاڑھی میں قصر کرنا سنت ہے اور قصر یہ ہے کہ

ڈاڑھی کو مٹھی میں لے جو مٹھی سے بڑھ جائے اس کو کاٹ دے (کترے) حقیقت یہ ہے کہ ڈاڑھی سنت ہے ڈاڑھی کا بھرپور ہونا کمال زینت اور جمال مومن ہے۔ مگر ڈاڑھی کی غیر معمولی وارزی بھی خلاف سنت ہے۔ (الاختیار شرح المختار ص ۱۶۷ ج ۴) فقط واللہ اعلم بالصواب (فتاوی رحیمیہ ج ۴ ص ۲۱۵)

علاوہ بریں احادیث اور سیر کی کتابوں میں تصریح ہے کہ صحابہ اور تابعین اور حضور پرنور کی ڈاڑھیاں ایک مشت ہوتی تھیں اور احادیث میں ڈاڑھی کے سلسلہ میں جو چھ لفظ استعمال ہوئے ہیں اور جن کا مفصل تذکرہ آگے آتا ہے وہ بھی ناطق ہیں کہ وجوب محض برائے نام ڈاڑھی رکھنا نہیں ہے بلکہ اس کی ایک معتد بہ مقدار یعنی ایک مشت کے بقدر واجب ہے۔

ایک شبہ

بعض حضرات کا خیال ہے کہ "ڈاڑھی کے متعلق نبی علیہ السلام نے کوئی مقدار مقرر نہیں فرمائی ہے، صرف یہ ہدایت فرمائی ہے کہ رکھی جائے۔ اگر آپ ڈاڑھی رکھنے میں فاسقین کی وضعوں سے پرہیز کریں اور اتنی ڈاڑھی رکھ لیں جس پر عرف عام میں ڈاڑھی رکھنے کا اطلاق ہوتا ہو (جسے دیکھ کر کوئی شخص اس شبہ میں مبتلا نہ ہو کہ شاید چند روز سے آپ نے ڈاڑھی نہیں مونڈی ہے) تو شارع کا منشا پورا ہو جاتا ہے خواہ اہل فقہ کی استنباطی شرائط پر وہ پوری اترے یا نہ اترے۔" (مودودی صاحب: رسائل و مسائل ۱/۱۴۰)

جواب

See P.14

ڈاڑھی کے متعلق احادیث میں چھ لفظ وارد ہوئے ہیں، پہلے ان کے معنی سمجھ لیں پھر سوچیں کہ ڈاڑھی کے متعلق حضور علیہ السلام نے کوئی مقدار متعین

فرمائی ہے یا صرف یہ ہدایت فرمائی ہے کہ رکھی جائے؟

① اَعْفُوْا۔ یہ باب افعال سے امر ہے، یہ لفظ صحاح کی تمام کتب میں ہے اہل لغت نے اس کے معنی لکھے ہیں:

أعْفَى اللّحيةَ وَفَّرَهَا حتى كَثُرَتْ وَطَالَتْ (تاج العروس) — أعفى اللحية کے معنی ہیں اس نے ڈاڑھی کو بڑھایا تا آنکہ بال زیادہ اور دراز ہوگئے۔

② أوْفُوْا۔ یہ بھی باب افعال سے امر ہے جس کے معنی ہیں کامل کرنا، تام کرنا، پورا کرنا۔ أوْفَى النَّذْرَ (نذر پوری کی) أوفى الكيل (ناپ پورا دیا) اور أوفى فلانا حقّهٗ (حق پورا دیا)

یہ لفظ مسلم شریف کی حدیث میں ہے حضرت ابن عمرؓ روایت فرماتے ہیں کہ آنحضور علیہ السلام نے ارشاد فرمایا:

خَالِفُوا الْمُشْرِكِيْنَ أَحْفُوْا الشَّوَارِبَ وَأَوْفُوْا اللُّحى — مشرکین کے طریقہ کا خلاف کرو، (یعنی) مونچھیں اچھی طرح کاٹ دو اور ڈاڑھی پوری طرح بڑھاؤ۔

③ أرْخُوْا یہ بھی باب افعال سے صیغۂ امر ہے۔ إرْخاءٌ کے معنی ہیں کسی شے کو وسیع اور لمبا کرنا، ڈھیلا چھوڑ دینا اور لٹکانا، أرْخَى زِمَامَ الناقة (اونٹنی کی لگام ڈھیلی چھوڑ دی) أرخى السِّتْرَ (پردہ لٹکایا) اور أرْخِ له الحَبْلَ (اس کو تصرفات کی اجازت دیدو) وغیرہ جملے اس کے معنی کی وضاحت کرتے ہیں۔

یہ لفظ مسلم شریف کی روایت میں وارد ہوا ہے، حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ رسول مقبول علیہ السلام کا یہ ارشاد نقل فرماتے ہیں کہ:

جُزُّوْا الشَّوَارِبَ وَأرْخُوا اللُّحى خَالِفُوْا الْمَجُوْسَ — مونچھیں کاٹو، اور ڈاڑھیاں وسیع اور لمبی کرو (اور) مجوس کے طریقہ کا خلاف کرو۔

④ أَرْجُوْا یہ بھی باب افعال سے صیغہ امر ہے إرْجَاءٌ کے معنی ہیں مؤخر کرنا، بالکل نہ لینا یعنی پورا باقی رہنے دینا، چھوڑ دینا۔ اَرْجِيَ الصَّيْدَ : لم يُصِبْ منه شيئًا (شکار کا کوئی حصہ نہیں لیا پورا ہی چھوڑ دیا) ارجی الامر (معاملہ کو چھوڑ دیا، مؤخر کر دیا) یہ لفظ بھی حدیث شریف میں وارد ہوا ہے، ملاحظہ فرمائیں علامہ طاہر پٹنی کی مجمع بحار الانوار مادہ (ر ج ا)

⑤ وَفِّرُوْا یہ باب تفعیل سے امر ہے نیز باب افعال سے بھی آیا ہے دونوں کے معنی ہیں "زیادہ کرنا، پورا کرنا"

یہ لفظ مسند احمد، طبرانی، بخاری، ابوداؤد اور مسلم شریف کی روایتوں میں آیا ہے، نیز اَوْفِرُوْا کا لفظ بھی بخاری و مسلم کی روایات میں وارد ہوا ہے۔

⑥ دَعُوْا یہ باب فتح سے امر حاضر ہے اور اس کے معنی ہیں چھوڑ دو وَدَعَ الشيء: ترکه (چھوڑ دیا) یہ لفظ طبرانی کی روایت میں آیا ہے۔

اب خود سرور عالم ﷺ اور صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کا عمل ملاحظہ فرمائیں، حضرت جابر بن سمرة رضی اللہ عنہ کی حدیث مسلم شریف میں ہے کہ:

كان عليه الصلوة والسلام كثير شعر اللحية	حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ڈاڑھی گھنی تھی۔ مسلم 2394 باب شیبہ ۲

لمبی کتنی تھی اس کا اندازہ اس سے ہو سکتا ہے کہ عبد اللہ بن سخبرۃ ابو معمر نے حضرت خباب بن الارت سے پوچھا کہ حضور ﷺ ظہر اور عصر کی نمازوں میں قرأت فرماتے تھے یا نہیں؟ انھوں نے جواب دیا کہ قرأت فرماتے تھے۔ سائل نے پوچھا کہ آپ حضرات کو کیسے معلوم ہوتا کہ حضور ﷺ قرأت فرمارہے ہیں۔ حضرت خباب نے جواب دیا کہ ہم آنحضور ﷺ کی ریش مبارک کے ہلنے سے سمجھتے تھے کہ آپ قرأت فرمارہے ہیں۔

(رواہ ابوداؤد بذل ۲/۴۴) ابوداؤد ۸۰۱ [illegible]

[illegible]

اور یہ بات بالکل واضح ہے کہ قرأت سے وہی ڈاڑھی ہلے گی جو کافی دراز ہو، اگر ڈاڑھی معمولی ہو تو اس کی حرکت کرنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔
حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے متعلق مروی ہے کہ آپ کی ڈاڑھی گھنی تھی۔
حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے متعلق مروی ہے کہ آپ کی ڈاڑھی گھنی تو نہ تھی لیکن دراز تھی۔
حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی ڈاڑھی عریض (چوڑی) تھی جس نے دونوں شانوں کے درمیان کی جگہ بھر رکھی تھی (شمس الضحیٰ ص ۱۱)
علاوہ ازیں حضور علیہ السلام سے وضو میں ڈاڑھی کا خلال کرنا ثابت ہے اور معمولی بالوں میں خلال نہیں ہو سکتا۔
مودودی صاحب نے ایک جگہ لکھا ہے کہ "سلف میں ڈاڑھی کا مسئلہ غیر اہم تھا۔ اسمائے رجال اور سیر کی کتابوں میں دو تین صحابیوں کی ڈاڑھی کی مقدار مذکور ہے، اور بس (رسائل و مسائل ۱/۱۴۵)
یہ بھی ایک طرح کا مغالطہ ہے۔ اولاً تو تمام صحابہ کے حلیے بیان کرنے کا اہل سیر و تاریخ اور اسمائے رجال کے مصنفین نے اہتمام نہیں کیا صرف جلیل القدر صحابیوں کے حلیے بیان کیے ہیں اس لئے انہی کی ڈاڑھی کا تذکرہ آیا ہے۔ ثانیاً اس زمانہ میں یہ مسئلہ اہمیت کا حامل نہیں تھا۔ سبھی حضرات ارشادات نبوی پر عامل تھے۔ اس لئے اس کے متعلق کلام کرنے کی حاجت نہیں تھی، لیکن جب اسلامی تعلیمات پر عمل میں تساہل ہونے لگا اور نام نہاد محققین نے ڈاڑھی کی اہمیت گھٹادی اور لوگوں نے ریش تراشی کو گناہ سمجھنا چھوڑ دیا، تو اس مسئلہ پر کلام کرنا ضروری ہو گیا۔
بہرحال آپ خود غور فرمائیں کہ مذکورہ الفاظ میں ڈاڑھی کی مقدار کی

طرف اشارہ ہے یا نہیں؟ یا یہ مسئلہ اہل فقہ کا استنباطی مسئلہ ہے؟

اہل فقہ نے تو صرف یہ کام کیا ہے کہ دیگر احادیث کی روشنی میں ایک مشت کی حد بندی کردی ہے، اگر اس کا نام بھی اہل فقہ کے استنباطی شرائط ہیں تو:

ع جو چاہے آپ کا حسن کرشمہ ساز کرے!

ایک اور شبہ

کچھ لوگوں کو اشتباہ ہو سکتا ہے کہ اکثر کتابوں میں ڈاڑھی رکھنے کو سنت لکھا ہے، لہٰذا یہ وجوب کا دعوی کس طرح صحیح ہو سکتا ہے؟

جواب

ڈاڑھی کو سنت کہنا محض اس اعتبار سے ہے کہ اس کا ثبوت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فعل اور حدیث سے ہے، قرآن کریم سے نہیں ہے[1] جیسے نماز عید کو سنت کہا جاتا ہے اور وتر کو بھی بعض حضرات سنت سے تعبیر فرماتے ہیں۔
شاہ عبد الحق محدث دہلویؒ لکھتے ہیں:

وآنکہ آنرا سنت گویند بمعنی طریقہ مسلوکہ در دین ست یا بجہت آنکہ ثبوت آں بہ سنت است چنانچہ نماز عید را سنت گفتہ اند (اشعۃ اللمعات ج۱ ص۲۸۸)

ترجمہ: ڈاڑھی رکھنے کو سنت کہنا بایں وجہ ہے کہ سنت کے لغوی معنی ہیں "دین کی راہ (خواہ واجب ہو یا سنت یا مستحب) یا بدیں وجہ ہے کہ اس کا ثبوت حدیث سے ہے چنانچہ نماز عید کو بھی اسی وجہ سے سنت کہتے ہیں۔

(۱) قرآن کریم میں ڈاڑھی کا تذکرہ ضرور ہے سورہ طہٰ آیت ۹۴ میں ہے قَالَ يَبْنَؤُمَّ لَا تَأْخُذْ بِلِحْيَتِي وَلَا بِرَأْسِي (ہارونؑ نے کہا کہ میرے ماں جائے! میری ڈاڑھی مت پکڑو اور نہ سر (کے بال) پکڑو اور یہ بات ظاہر ہے کہ ڈاڑھی اور سر کے بال وہی پکڑے جا سکتے ہیں جو کم از کم مٹھی بھر ہوں اس سے کم کا پکڑنا کیونکر ممکن ہے؟ ۱۲

دیکھا آپ نے عیدین کی نماز کو سنت کہا جاتا ہے حالانکہ وہ واجب ہے کیونکہ سنت بمعنی "طریقۂ محمدی" میں اور وجوب میں کوئی منافات نہیں ہے۔ یہ ایک عجیب بات ہے کہ عید کی نماز کا اہتمام تو فرض سے بھی زیادہ ہے کہ جس نے تمام سال نماز نہیں پڑھی وہ بھی نماز عید نہ چھوڑے گا، مگر داڑھی کی یہ کیفیت ہے کہ نفل کے برابر بھی اس کی وقعت نہیں بلکہ بری گت ہے حالانکہ دونوں ہی سنت ہیں اور دونوں ہی واجب ہیں (داڑھی کی قدر و قیمت ص ۲۶)

ایک مطلب داڑھی کے سنت ہونے کا یہ بھی ہے کہ اس کا ایک مشت رکھنا سنت ہے اور اس سے زائد بڑھانا خلاف سنت ہے، چنانچہ امام محمدؒ کی کتاب الآثار کی عبارت گذری ہے کہ "داڑھی میں سنت اس کا ایک مشت رکھنا ہے کہ داڑھی مٹھی میں لے لے اور جو زائد ہو وہ کاٹ دے" آپ حضرات نے دوسرا رخ لے کر یہ مطلب سمجھ لیا کہ یکمشت رکھنا سنت ہے اور اس سے کم کرنا خواہ کترواکر یا منڈواکر خلاف سنت ہے حالانکہ وہ ترک واجب اور حرام قطعی ہے (حوالہ بالا ص ۲۶)

داڑھی منڈانا حرام ہے

داڑھی منڈانے کی حرمت پر ساری امت کا اجماع ہے، ایک فرد بھی امت میں اس کے جواز کا قائل نہیں ہے اساطین علما کی چند تصریحات درج ذیل ہیں۔

(۱) علامہ محمود خطاب رحمہ اللہ لکھتے ہیں۔

فلذلك كان حلق اللحية محرماً عند أئمة المسلمين المجتهدين أبي حنيفة ومالك والشافعي واحمد وغيرهم (المنهل ص۱۸۶ ج۱)

ترجمہ: اسی وجہ سے تمام مجتہدین جیسے امام ابو حنیفہ، مالک، شافعی، احمد وغیرہم

رحمہم اللہ کے نزدیک ڈاڑھی منڈانا حرام ہے۔

② أقوال الفقهاء الذين قصدوا لاستباط الاحكام صريحةٌ في التحريم كما هو مقتضى الاحاديث فيعمل على مقتضاها إذ الواجب على المكلف ولاسيما اهل العلم ان لايخرجوا عن العمل بالاحكام الواردة على لسان الرسول صلى الله عليه وسلم (حوالہ بالا)

ترجمہ: تمام فقہائے کرام کے اقوال جو مسند اجتہاد پر جلوہ افروز ہیں ڈاڑھی منڈانے کی حرمت کو صراحۃً بیان کرتے ہیں جیسا کہ احادیث کا مقتضیٰ ہے، لہٰذا تمام مکلفین خصوصاً اہل علم پر لازم ہے کہ لسان رسالت سے جو احکام بیان ہو گئے ہیں ان سے سر مو تجاوز نہ کریں۔

③ وقد تساهل في هذا الزمان كثير من المتعلمين فَحَلَقُوْا لحاهم ووفروا شواربهم ،وتشبه جماعة منهم ببعض الكافرين فَحَلَقُوْا أطراف الشوارب ووفروا ما تحت الانف، واغتربهم كثير من الجاهلين (حوالہ بالا ج ۱ ص ۱۸۹)

ترجمہ: بہت سے جدید تعلیم یافتہ حضرات نے بے پروائی اختیار کر رکھی ہے چنانچہ انہوں نے اپنی ڈاڑھیاں منڈالی ہیں اور مونچھیں بڑھالی ہیں اور ان میں سے کچھ لوگوں نے تو کفار کے ساتھ مشابہت اختیار کرلی ہے چنانچہ انہوں نے مونچھوں کے کنارے مونڈ لئے ہیں اور ناک کے نیچے کا حصہ بڑھالیا ہے اور بہت سے جہلاء ان کے دیکھا دیکھی ہلاکت کی راہ پر چل رہے ہیں۔

④ حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں:

قوله لَمْ يُبِحْهُ احدٌ نَصٌّ في الاجماع (بوادر النوادر ص ۴۴۳)	درمختار کا قول "لم يبحه احد" (ڈاڑھی منڈانے کی حرمت پر) اجماع کی صریح دلیل ہے۔

ان اجماعی حوالوں کے بعد اب ذیل میں مذاہب اربعہ کے فقہا کی تصریحات علیحدہ علیحدہ درج کی جاتی ہیں۔

فقہ حنفی کی تصریحات

① فعلم من ذلك أن مايفعله بعض من لاخلاق له في الدين من المسلمين في الهند والأتراك حرام (بذل ۱:۳۳)

ترجمہ: ہندوترک کے بعض کم نصیب مسلمان جو کام (ڈاڑھی مونڈنا) کرتے ہیں اس کا حرام ہونا اس (حدیث) سے معلوم ہو گیا۔

② وكذايحرم على الرجل قطع لحيته (درمختار ۵:۳۵۹)

ترجمہ: اسی طرح مرد کے لئے اپنی ڈاڑھی منڈانا حرام ہے۔

③ وأما قطع ما دون ذلك فحرام إجماعا بين الائمة رحمهم الله (فیض الباری ۴:۳۸۰)

ترجمہ: ایک مشت سے ڈاڑھی کم کرنا حرام ہے اور اس پر ائمہ کا اجماع ہے۔

④ المنهي قصُّها كصنع الاعاجم وشعار كثير من الكفرة (حاشیہ سندھی بر نسائی ۱:۷)

ترجمہ: عجمیوں کی طرح، اور جیسا کہ بہت سے کفار کا شعار ہے ڈاڑھی کو کتر دینا ممنوع ہے۔

⑤ واخذ كلها فعل هنود الهند ومجوس الاعاجم (درمختار وكذا في الزيلعي والشرنبلالي تركنا نصوصهما لخوف التطويل)

ترجمہ: تمام ڈاڑھی لے لینا (منڈا دینا) ہندوستان کے ہنود اور عجم کے مجوسیوں کا طریقہ ہے۔

⑥ تراشیدن ریش بیش از قبضہ حرام است (مالابد منہ ص ۱۳)

ترجمہ: ڈاڑھی تراش کر ایک مشت سے کم کرنا حرام ہے۔

⑦ ڈاڑھی منڈانا یا اتنی کتروانا کہ ایک مٹھی سے کم رہ جائے حرام ہے

(فتاوی رحیمیہ ۱: ۷۵)

فقہ شافعی کی تصریحات

علامہ احمد بن قاسم عبادی شافعی **تحفۃ المحتاج** شرح منہاج کے حاشیہ میں تحریر فرماتے ہیں۔

(فائدہ) رافعی اور نووی ڈاڑھی منڈانا مکروہ فرماتے ہیں جس پر ابن رافعہ نے الکفایہ میں اعتراض کیا ہے کہ خود امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے کتاب الام میں صراحۃً حرام فرمایا ہے (لہذا مکروہ کہنا صحیح نہیں) حلیمی نے شعب الایمان میں اور ان کے استاذ قفال شاشی نے محاسن الشریعۃ میں بھی یہی لکھا ہے اور اذرعی فرماتے ہیں کہ صحیح بات یہ ہے کہ پوری ڈاڑھی بلا کسی عذر کے منڈانا حرام ہے

(تحفة المحتاج ، فصل عقيقه)

فقہ مالکی کی تصریحات

① فقہ مالکی کے مشہور عالم شیخ احمد نفراوی مالکی، امام ابو زید کے رسالہ کی شرح میں لکھتے ہیں:

فماعليه الجند في زماننا من أمر الخدم بحلق لحاهم دون شواربهم، لاشك في حرمته عند جميع الائمة لمخالفته لسنة المصطفى صلى الله عليه وسلم ولموافقته لفعل الاعاجم والمجوس (باب الفطرة والختان)

ترجمہ: ہمارے زمانے کے فوجیوں کا جو طریقہ ڈاڑھی منڈانے اور مونچھیں نہ

منڈوانے کا ہے وہ بلا شک وشبہ حرام ہے، تمام ائمہ دین کے نزدیک، کیونکہ یہ سنت مصطفوی کے خلاف ہے اور عجمیوں اور مجوسیوں کی موافقت ہے۔

② شیخ احمد فاسی مالکی جو "زورق" سے شہرت یافتہ ہیں وہ بھی رسالہ مذکورہ کی شرح میں لکھتے ہیں:

ویمنع حلقها، وحلق الشيب منها ونتفه ويحرم عقدها وضفرها.

ترجمہ: داڑھی منڈانا منع ہے اس میں سے سفید بال نوچنا اور منڈانا بھی منع ہے، داڑھی کو بٹنا اور اس میں گرہ لگانا بھی منع ہے۔

فقہ حنبلی کی تصریحات

الاقناع فقہ حنبلی کی مفتی بہ کتاب ہے۔ مصنف لکھتے ہیں:

① واعفاء اللحية ويحرم حلقها [1]

ترجمہ: داڑھی چھوڑنا ضروری ہے اور اس کا منڈانا حرام ہے۔

② واعفاء اللحية بان لايأخذ منها شيئا ويحرم حلقها ذكرهُ الشيخ تقي الدين [2]

ترجمہ: داڑھی بڑھانا اس طرح کہ اس میں سے کچھ بھی نہ کاٹے ضروری ہے اور اس کا منڈانا حرام ہے شیخ تقی الدین سبکی نے یہی بیان فرمایا ہے۔

③ المعتمد في المذهب حرمة حلق اللحية [3]

ترجمہ: حنبلی مذہب میں معتمد قول داڑھی منڈانے کی حرمت کا ہے

④ ويعفي لحيته ويحرم حلقها [4]

ترجمہ: داڑھی بڑھانا ضروری ہے اور اس کا منڈانا حرام ہے۔

---

(۱) ابوالنجا شرف الدین موسیٰ حجاوی مقدسی م ۹۶۸ھ: اقناع فصل فی الاقتشاط والادہان ۱۲

(۲) علامہ منصور بن ادریس حنبلی: کشاف القناع بشرح الاقناع ۱۲ (۳) علامہ محمد سفارینی: غذاء الالباب لشرح منظومۃ الآداب ۱۲ (۴) مختصر المقنع در فقہ حنابلہ

فقہ ظاہری کی تصریحات

① وکان من عادة الفرس قص اللحية فنهى الشارع من ذلك وأمر باعفائها (۱)

ترجمہ: مجوسیوں کی عادت ڈاڑھی منڈانا تھا اس لئے شارع نے اس سے روکا اور اس کو چھوڑے رکھنے کا حکم دیا۔

② ابن حزم کی عبارت پہلے درج کی جاچکی ہے، اس قدر تصریحات فقہا کے بعد بھی "ڈاڑھی منڈانے کی حرمت" میں دو رائیں ہو سکتی ہیں؟ اور اس کے فسق ہونے میں شک باقی رہ سکتا ہے؟

شرعی عذر

البتہ شرعی عذر کی وجہ سے ڈاڑھی منڈانا جائز ہے مثلاً زخم نکل آیا اور دوا لگانا ڈاڑھی منڈائے بغیر ممکن نہیں یا اس جگہ کوئی آپریشن کرانا ہے یا جوئیں اس قدر ہو گئی ہیں کہ کسی علاج سے ختم نہیں ہوتیں یا اس قسم کا اور کوئی عذر ہو تو پھر منڈانا جائز ہے۔ لان الضرورات تبيح المحظورات (اشباہ) اور اسی قسم کے عذر کی وجہ سے عورت بھی اپنے سر کے بال منڈا سکتی ہے (فتاوی رحیمیہ ۲: ۲۴۱)

ڈاڑھی منڈانے والا فاسق ہے

پہلے فسق اور فاسق کے معنی لکھے جاتے ہیں علامہ فیرز آبادی لکھتے ہیں۔

① الفسق الترك لامر الله والعصيان والخروج عن طريق الحق او الفجور (وفيه) الفاسق لانسلاخه عن الخير (۲)

ترجمہ: فسق کے معنی ہیں اللہ کے حکم کو ترک کرنا، نافرمانی کرنا، راہ حق سے نکل جانا

(۱) قاضی شوکانی: نیل الاوطار ۱/ ۱۰۷ (۲) علامہ یعقوب فیروز آبادی: القاموس المحیط

اور بدکاری اختیار کرنا، فاسق کو اسی لئے فاسق کہا جاتا ہے کہ وہ خیر سے باہر نکل آتا ہے۔

(۲) **الفسق مصدر واسم فعل : هو عدم اطاعة أمر الله فيشمل الكافر والمسلم العاصي**[1]

ترجمہ: فسق مصدر اور اسم فعل ہے جس کے معنی ہیں اللہ کی اطاعت نہ کرنا یہ لفظ کافر اور گنہ گار مسلمان دونوں کو شامل ہے۔

(۳) **الفسق: الخروج عن طاعة الله بارتكاب الكبيرة وفي معنى ارتكاب الكبيرة الاصرار على الصغيرة بمعنى الاكثار منها سواء كانت من نوع واحد اومن انواع مختلفة**[2]

ترجمہ: فسق کے معنی ہیں گناہ کبیرہ کر کے اللہ پاک کی اطاعت سے نکل جانا اور گناہ کبیرہ کے حکم میں صغائر پر اصرار بھی ہے یعنی صغائر کثرت سے کرنا خواہ وہ ایک نوع کے ہوں یا مختلف انواع کے ہوں۔

(۴) **الفاسق : من شهد ولم يعمل واعتقد**[3]

ترجمہ: فاسق وہ ہے جو جانتا ہے اعتقاد رکھتا ہے لیکن عمل نہیں کرتا۔

(۵) **الفاسق من أصر على معصية صغيرة اواتى كبيرة**[4]

ترجمہ: فاسق وہ ہے جو گناہ صغیرہ پر اصرار کرے یا گناہ کبیرہ کا ارتکاب کرے۔

(۵) اصطلاح شریعت میں فسق کے معنی ہیں حدود شرع سے نکل جانا، گناہ کرنا یا کفر کرنا۔ عموماً عملی گناہ کو فسق کہا جاتا ہے اور ضروریات دین کے انکار کو کفر۔ پس فاسق کے معنی ہوئے "اللہ کی اطاعت سے خارج ہونے والا" قاموس میں ہے فَسَقَتِ الرُّطَبَةُ عَنْ قِشْرِهَا کھجور اپنے چھلکے سے باہر نکل آئی۔ اس سے

---

(۱) سعید خوری: اقرب الموارد۔ (۲) قاضی عبدالنبی بن عبدالرسول احمد نگری ہندوستانی: دستور العلماء ۳: ۳۸،۱۲۔ (۳) محقق سید شریف جرجانی: التعریفات (۴) ابن علان صدیقی شافعی: دلیل الفالحین شرح ریاض الصالحین ۱/۲۱۱۔

فاسق بتلایا گیا ہے کیونکہ فاسق بھی خیر سے باہر نکل آتا ہے"[1]

ان تصریحات پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ کبیرہ کا ارتکاب یا صغائر پر اصرار یعنی ان کو کثرت سے کرتے رہنا فسق ہے اور اس کا مرتکب فاسق ہے۔ ڈاڑھی منڈانا تو حرام ہے اس لئے کبیرہ گناہ ہے اور ایک مشت سے کم کرانا سنت متوارثہ کے خلاف ہونے کی وجہ سے مکروہ تحریمی ہے جس پر اصرار بھی فسق ہے۔

ڈاڑھی سنت انبیا اور تقاضائے فطرت ہے

ڈاڑھی رکھنا سنت انبیا اور تقاضائے فطرت ہے، فطرت کے معنی بیان کرتے ہوئے عبد الرؤف مصری نے لکھا ہے:

الفطرة: هي الصفات التي تتكون منها شخصية الفرد او الأمة كالشجاعة والجبن والاخلاص والخحل والكرم والبخل (معجم القرآن)

ترجمہ: فطرت کے معنی ہیں وہ خصوصی صفات جن کی وجہ سے کسی قوم یا کسی شخص کی اچھی بری شخصیت بنتی ہے جیسے بہادری، بزدلی، اخلاص و کبر و بخل و سخاوت وغیرہ۔

یہ تو فطرت کے لغوی معنی تھے، شرعی معنی کی واضح تعبیر ہم اس طرح کر سکتے ہیں کہ "فطرت انسان کے ان خصوصی صفات اور امتیازی نشانات کا نام ہے جو انسانی جبلت و فطرت کے عین مطابق ہوں۔ اور اس سے فرد یا قوم کی ممتاز شخصیت بنتی ہو اور اللہ پاک نے انبیائے کرام علیہم السلام کے ذریعہ امت مسلمہ کو حکم دیا ہو کہ تم اپنی شخصیت ان صفات کے ذریعہ بنا کر دنیا کی دیگر اقوام سے ممتاز ہو جاؤ"

اسلام میں اس قسم کی شخصیت بنانے والی چیزیں بہت ہیں جن میں

---

(۱) سید عبد الدائم جلالی: لغات القرآن کلمہ "فاسق" ۱۲

ڈاڑھی کا بھی شمار ہے۔ ہم اس جگہ اسی مناسبت سے ایک حدیث درج کر کے اس کے مندرجات کی مختصر تشریح پیش کرتے ہیں۔

عن عائشة رضي الله عنها قالت: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: عشر من الفطرة: قَصُّ الشارب واِعفاء اللحية والسواكُ واستنشاقُ الماء وقصُّ الاظفار وغسل البراجم ونتف الأبط وحلق العانة وانتقاص الماء. قال الراوي: ونسيت العاشرة الاان تكون المضمضة

ترجمہ: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: دس چیزیں فطرت میں سے ہیں (۱) مونچھوں کا کم کرنا (۲) ڈاڑھی کو چھوڑنا (۳) مسواک کرنا (۴) ناک میں پانی لے کر اس کی صفائی کرنا (۵) ناخن تراشنا (۶) بدن کے جوڑوں کو دھونا (۷) بغل کے بال اکھاڑنا (۸) زیر ناف مونڈنا (۹) پانی سے استنجا کرنا، راوی دسویں چیز بھول گئے ہیں فرماتے ہیں: ممکن ہے کہ وہ کلی کرنا ہو۔ (مسلم، احمد، نسائی، ابوداؤد، اور بیہقی نے یہ حدیث روایت کی ہے۔)

(۱) مونچھ تراشنا

مونچھوں کے بارے میں حدیثوں میں پانچ لفظ وارد ہوئے ہیں (۱) جُزُّوْ الشوارب (مونچھیں کاٹو) (۲) قَصُّ الشارب (مونچھ کترنا) (۳) احفُوا الشوارب (مونچھیں پست کرو) (۴) اَنْهِکُوْا الشوارب (مونچھوں کو اچھی طرح پست کرو) (۵) اَخذُ الشارب (مونچھ لینا)

مونڈنے کا ذکر کسی حدیث میں نہیں ہے[1] اس لئے حضرت امام مالکؒ کے نزدیک مونڈنا منع ہے۔

---

(۱) نسائی شریف کے ایک نسخہ میں حلق کا لفظ ہے لیکن اس کے محفوظ ہونے کا یقین نہیں ہے ۱۲

ذهب كثير منهم الى منع الحلق والاستئصال واليه ذهب مالك وكان يرى تأديب من حلقه وروى عنه ابن القاسم انه قال: إحفاء الشارب مثلة[1]

ترجمہ: بہت سے کوفی علما کی رائے یہ ہے کہ مونچھ کو مونڈ دینا اور بالکل مٹا دینا منع ہے امام مالکؒ کا بھی یہی خیال ہے وہ تو مونڈنے والے کو سزا دینے کے بھی قائل ہیں، ابن القاسم کی امام مالکؒ سے روایت ہے کہ مونچھ پست کرنا مثلہ (شکل بگاڑ دینا) ہے۔

احناف کے یہاں مونڈنے کے بدعت ہونے کا بھی ایک قول ہے۔

وفيه حلق الشارب بدعة[2] مجتبیٰ میں ہے کہ مونچھ کو مونڈنا بدعت ہے۔

احناف کے یہاں دوسرا قول مونڈنے کے سنت ہونے کا بھی ہے۔ ملتقی الابحر نے اسی کو لیا ہے لیکن علائی نے درمختار میں اس کو قیل سے ذکر کر کے ضعف کی طرف اشارہ کیا ہے، مجتبیٰ میں امام طحاوی کے حوالہ سے امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور صاحبین کی طرف بھی مونڈنے کے سنت ہونے کا قول منسوب کیا ہے۔ قال الطحاوی: قص الشارب حسن، والحلق سنة وهو أحسن من القص وهو قول ابی حنيفة وابی يوسف ومحمد لحديث أحفوا الشوارب (المنهل)

اختلاف اقوال کی وجہ یہ ہے کہ مونچھ کے سلسلہ میں جو پانچ لفظ مروی ہیں ان میں سے احفاء اور انہاک کی دلالت مبالغہ پر ہے اور کامل مبالغہ منڈانے میں ہے۔ اس لئے بعض علماء نے منڈانے کو سنت فرمایا ہے، لیکن بات درحقیقت ایسی نہیں ہے کیونکہ اگر مونڈنا ہی مطلوب ہوتا تو اس کے لئے "حلق" کا لفظ عربی لغت میں موجود ہے، پھر بھی اس کو استعمال نہ کرنا اور اس

(۱) شوکانی، نیل الاوطار، باب اخذ الشارب ۱۲ (۲) علائی درمختار ۵/ ۳۵۸ بیان حظر و اباحة فصل فی البیع

کی جگہ دوسرے الفاظ استعمال کرنا غمازی کرتا ہے کہ حلق پسندیدہ نہیں ہے اس لئے مونڈنے کے سنت ہونے کا قول احناف کے نزدیک مرجوح ہے۔

البتہ راجح اور افضل شکل کے متعلق احناف کے یہاں تین قول ہیں:

(۱) مونچھیں اتنی کاٹ لی جائیں کہ اوپر کے ہونٹ کا کنارہ ظاہر ہو جائے۔ ابن عابدینؒ مجتبیٰ سے نقل کرتے ہیں:

والقص منه حتى يوازي الحرف الا على من الشفة العلياء سنة بالاجماع [1]

ترجمہ: مونچھ اس طرح کترنا کہ اوپر کے ہونٹ کے اوپر کے کنارہ کے برابر ہو جائے بالاجماع سنت ہے۔

فيسن احفاء ه حتى تبدو حمرة الشفة العلياء ولا يحفيه من اصله والامر باحفائه محمول على ما ذكره. [2]

ترجمہ: مسنون اتنا پست کرنا ہے کہ اوپر کے ہونٹ کی سرخی ظاہر ہو جائے اور بالکل جڑ سے پست نہ کر دے احادیث میں جو احفاء شوارب کا حکم آیا ہے اس سے یہی معنی مراد ہیں جو اوپر مذکور ہوئے۔

(۲) دوسرا قول یہ ہے کہ بھنوؤں کے مانند بنا دے، صاحب ہدایہ نے "التجنيس والمزيد" میں لکھا ہے:

ينبغي للرجل ان يأخذ من شاربه حتى يصير مثل الحاجب [3]

ترجمہ: مناسب یہ ہے کہ مونچھ اس طرح کترے کہ وہ بھنوؤں کے مانند بن جائے۔ فتاوی عالمگیری میں بھی یہی طریقہ لکھا ہے۔

(۳) تیسرا قول یہ ہے کہ پوری مونچھ کتر کر بالکل پست کر دی جائے

---

(۱) حوالۂ سابق (۲) ابن حجر: نقل عنہ فی البذل ۱/ ۳۳

(۳) نقل عنه السيد التهانوی فی الطرائف والظرائف ۱۲

مولانا خلیل احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں۔

فکل هذه الالفاظ تدل علی ان المطلوب المبالغة فی الازالة قال الطحاوی: رأیت المزنی صاحب الشافعی یحفی و کذا رأیت اصحابنا.

ترجمہ: پانچوں لفظ دلالت کرتے ہیں کہ مقصود بالوں کے دور کرنے میں مبالغہ کرنا ہے امام طحاوی فرماتے ہیں کہ میں نے امام شافعی کے شاگرد مزنی کو مونچھ پست کراتے دیکھا ہے اور اپنے علماء کو بھی ایسا کرتے دیکھا ہے۔

لہٰذا اس سلسلہ میں **قول فیصل** یہ ہے کہ مونڈنا بدعت نہیں، البتہ سنت کترنا ہے اور وہ بھی مبالغہ کے ساتھ، اس طرح کہ تمام بال پست کردیئے جائیں۔

حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ بعض حضرات کا مختار تراشنے میں مبالغہ کرنا ہے۔ حضرت شاہ صاحب کشمیری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں **الاحفاء افضل من الحلق** اس لئے اوپر کے ہونٹ کے تمام بال قینچی سے اچھی طرح تراش لینا ہی پسندیدہ اور مختار ہے، سیدی مولانا زکریا صاحب قدس سرہ فرماتے ہیں:

"ایک جماعت علمائے سلف کی اس طرف گئی ہے کہ مونچھوں کا منڈانا سنت ہے، لیکن اکثر علماء کی تحقیق یہ ہے کہ کتروانا سنت ہے لیکن کتروانے میں ایسا مبالغہ ہو کہ منڈنے کے قریب ہوجائے۔ (خصائل نبوی، شرح شمائل ترمذی ص ۹۳)

قال الطحاوی: قصه حسن واحفاؤه احسن وافضل وهذا مذهب ابی حنيفة وابی یوسف ومحمد رحمهم الله تعالی

(معانی الآثار ۲/ ۳۳۴)

مسئلہ: مونچھ کی دائیں جانب سے کترنے کی ابتدا کرنا مستحب ہے **یستحب ان یبدأ بالجانب الایمن** (عینی)

مسئلہ: مونچھ خود بھی کتر سکتا ہے اور دوسرے سے بھی کترواسکتا ہے، رسول اللہ ﷺ کا دوسرے سے مونچھ کٹوانا مروی ہے۔

عن طارق بن حبیب: أنّ حجاماً اخذ من شارب النبی صلی الله علیه وسلم فرأی شیبة فی لحیته فاهوی الیها لیاخذها فامسك النبی صلی الله علیه وسلم یده وقال: من شاب شیبة فی الاسلام کانت له نوراً یوم القیمٰة. رواه الخلال فی جامعه (مغنی ۱/۹۱)

ترجمہ: طارق بن حبیب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ کسی باربر نے رسول اللہ ﷺ کی مونچھیں کاٹیں اس نے ریش مبارک میں سفید بال دیکھے چنانچہ اس نے ان کو کاٹ لینے کا ارادہ کیا، آنحضرت ﷺ نے اس کا ہاتھ روک لیا اور فرمایا "کہ جو شخص اسلام کی حالت میں خواہ کسی قدر بھی بوڑھاپا دیکھے تو وہ بوڑھاپا اس کے لئے قیامت کے دن نور ہوگا۔

وهو مخیر بین القص بنفسه وبین ان یولی ذالك غیره لحصول المقصود بخلاف الابط والعانة (عینی)

ترجمہ: حافظ بدر الدین عینی رحمۃ اللہ علیہ عمدۃ القاری شرح بخاری شریف میں تحریر فرماتے ہیں کہ "مونچھ کاٹنے کے بارے میں انسان کو اختیار ہے کہ خواہ خود کاٹے یا کسی سے کٹوالے کیونکہ مقصد دونوں صورتوں میں حاصل ہو جاتا ہے البتہ بغل اور زیر ناف دوسرے سے نہ کٹوائے۔

مسئلہ: ناک کے بال قینچی سے لئے جائیں اکھاڑے نہ جائیں عن عبد الله بن بشیر رحمه الله مرفوعا لاتنتفوا الشعر الذی یکون فی الانف فانه یورث الاکلة ولکن قصره قصاً ذکره فی شرح السنة (مرقات ۴:۲۵۶)

(۴) ناخن تراشنا

ناخن تراشنے کے لئے کوئی خاص طریقہ مروی نہیں ہے جس طرح چاہے جس انگلی سے چاہے شروع کرسکتا ہے اور جس پر چاہے ختم کرے، البتہ دائیں ہاتھ سے شروع کرنا سنت ہے۔ یستحب کیف ما احتاج الیه، ولم

يثبت في كيفيته شئ ولا في تعيين يوم له عن النبي صلى الله عليه وسلم الا انه لايترك اكثر من اربعين يوما قاله الحافظ ابن حجر العسقلاني[1]

مسئلہ: تراشیدہ ناخن دفن کرنا اولیٰ ہے، السراج الوہاج میں ہے کہ بدن کے بال، ناخن اور ہر وہ جز جو بدن سے جدا ہو اس کو دفن کرنا چاہئے[2]

اگر دفن نہ کرے تو کسی علحدہ جگہ میں ڈال دے، استعمال کی جگہ میں ڈالنا مضر ثابت ہو سکتا ہے فتاوی رحیمیہ میں ہے کہ کٹے ہوئے بال اور ناخن پھینکنا بھی جائز ہے (۱:۱۲۲)

وفي القنية: اذا قلم اظافيره اوجز شعره ينبغي ان يدفن قلامته فان رمى به فلابأس وان القاه في الكنيف او المغتسل يكره

(مرقات ۴/۴۵۶)

(۳) بغل کے بال لینا

مجتبیٰ میں بعض حضرات کی یہ رائے نقل کی ہے کہ بغل کے بال مونڈنا اور اکھاڑنا دونوں حسن ہیں (شامی) لیکن احادیث میں بغل کے بالوں کے بارے میں "نتف" کا لفظ استعمال ہوا ہے جس کے معنی ہیں "بال اکھاڑنا، نوچنا" اس لئے افضل اکھاڑنا ہے اس میں تین فائدے ہیں (۱) بال دیر سے نکلیں گے اس لئے جلد جلد صفائی کی حاجت پیش نہیں آئے گی (۲) بغل میں بو کم سے کم پیدا ہوگی۔ (۳) جب دوبارہ بال نکلیں گے تو چبھیں گے نہیں۔

البتہ عادت نہ ہونے کی وجہ سے اکھاڑنے کی ہمت نہ ہو اور درد برداشت کرنے کی سکت نہ ہو تو پھر مونڈنا بھی جائز ہے۔ يجوز فيه الحلق والنتف اولى (شامی) الافضل فيه النتف ان قوى عليه (نووی) نوویؒ نے یہ قصہ

(۱) محدث سہارنپوری: بذل المجہود ۱/ ۳۳۔ ۱۲ (۲) تھانوی رحمۃ اللہ علیہ: الطرائف والظرائف ۱۲

بھی لکھا ہے کہ ایک بار یونس بن عبد الاعلیٰ حضرت امام شافعیؒ کی خدمت میں حاضر ہوئے اس وقت آپ حجام سے بغل منڈار ہے تھے یونس رحمۃ اللہ علیہ سے آپ نے فرمایا علمتُ ان السنة النتف ولكن لااقوى على الوجع[1] (مجھے معلوم ہے کہ اکھاڑنا سنت ہے لیکن درد برداشت کرنے کی مجھ میں ہمت نہیں)

ظاهر الفاظ الحديث تدل على افضلية النتف وكذا الروايات الفقهية الا انه يجوز الحلق ايضاً لاسيما وقت الالم[2]

مسئلہ: دائیں بغل سے ابتدا کرنا مستحب ہے۔

مسئلہ: نورہ، اور بال صاف کرنے والے صابون سے بھی بغل کے بال لینا جائز ہے[3]

ويجوز استعمال النورة ايضاً[4] وان ازال الشعر بالحلق والنورة جاز ونتفه افضل لموافقته الخبر (مغنی ۱/۸۷)

مسئلہ: بلا ضرورت غیر سے بغل منڈانے کے متعلق علما میں اختلاف ہے بعض مکروہ فرماتے ہیں بعض اس سے ہلکا شمار کرتے ہیں۔ علامہ عینی کی رائے "مونچھ" کے بیان میں درج ہو چکی ہے کہ زیر ناف کی طرح بغل بھی خود مونڈنا چاہئے، نووی رحمۃ اللہ علیہ کی بھی یہی رائے ہے مجمع بحار الانوار میں ہے۔

قيل: هو (اى نتف الإبط او حلقه) اقرب الى الكراهة من قص الاظفار لقرب ستره عن الاعين من حفظ المروءة، وسوّى النووى بين الابط والعانة في التولى بنفسه لمافيه من هتك المروءة بخلاف الشارب

البتہ ضرورت کے وقت دوسرے سے منڈانا بلا کراہت جائز ہے، امام شافعیؒ کا حجام سے بغل مونڈانا بھی اسی کتاب میں آپ پڑھ چکے ہیں۔

---

(۱) شوکانی: نیل الاوطار ۱۲ (۲) امالی انور شاہ کشمیری ۱۲ (۳) نیل الاوطار ۱۲ (۴) امالی انور شاہ

④ زیر ناف مونڈنا

(۱) بعض حضرات کا خیال ہے کہ "عانہ" مرد اور عورت کی آگے کی شرمگاہوں کے اردگرد اُگنے والے بالوں کا نام ہے اور ابن سریج سے مروی ہے کہ "عانہ" مرد اور عورت کی پچھلی شرمگاہوں کے بال ہیں، لیکن محققین کا فیصلہ یہ ہے کہ دونوں ہی "عانہ" ہیں نوویؒ فرماتے ہیں **فیحصل من مجموع هذا استحباب حلق جميع ما على القبل والدبر** (مذکورہ دونوں قولوں کے ملانے سے معلوم ہوا کہ آگے اور پیچھے کی شرمگاہوں پر اگنے والے بالوں کا مونڈنا مستحب ہے) سید مرتضیٰ زبیدی نے "اتحاف السادۃ المتقین" (۵/۴۱۵) میں بھی یہی لکھا ہے۔ لہٰذا یہی صحیح ہے۔

شوکانی رحمۃ اللہ علیہ کا اعتراض زیادہ قوی نہیں ہے وہ فرماتے ہیں کہ عانہ لغت میں پیٹ سے نیچے بال لگنے کی جگہ کو کہتے ہیں۔ **العانة منبت الشعر في اسفل البطن** (المنجد) **وقال ابو الهيثم : العانة منبت الشعر فوق القبل من المراة وفوق الذكر من الرجل.** لہٰذا پچھلی شرمگاہ "عانہ" کے لفظ سے کس طرح مراد لی جاسکتی ہے؟ رہا استحداد کا لفظ تو اس کی شرح دوسری حدیث میں حلق العانۃ سے وارد ہوئی ہے اس لئے استحداد سے بھی عموم مراد لینا صحیح نہیں نیز صحابہؓ کرام اور حضور ﷺ سے پچھلی شرمگاہ کے بال مونڈنے کا ثبوت بھی نہیں ہے۔

یہ اشکال اس لئے قوی نہیں ہے کہ "عانہ" کے لغوی معنیٰ ہی سے استدلال ممکن ہے کیونکہ لغت میں پیٹ کے نیچے بال اگنے کی جگہ کو "عانہ" کہتے ہیں لیکن مراد مجازاً بال ہیں کیونکہ بال ہی مونڈے جاسکتے ہیں، اور پیٹ کے نیچے سے جن بالوں کی روئیدگی شروع ہوتی ہے وہ پچھلی شرمگاہ کے حوالی

پر جا کر تمام ہوتی ہے، ران کے بال اس سے علیحدہ ہوتے ہیں اگرچہ بالکلیہ علیحدہ نہیں ہوتے لیکن فی الجملہ علیحدگی ہر شخص معلوم کر سکتا ہے، لہٰذا پیٹ کے نیچے سے جو بال اگنا شروع ہوتے ہیں وہ جہاں تک پہنچیں گے "عانہ" ہی کہلائیں گے اور حضور ﷺ اور صحابہؓ سے جب "عانہ" کا حلق ثابت ہوگیا تو یہ تمام بال اس کے تحت داخل ہوگئے الگ الگ ہر حصہ کے لئے ثبوت درکار نہیں ہے۔

حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے ریاض الصالحین کے شارح سے یہی نقل کیا ہے اور پچھلی شرمگاہ کے بال لینے کی حکمت یہ بیان کی ہے خوفا من ان تعلق به شيء من الغائط ولايمكن ازالته بالاستجمار[1] (ان کو مونڈنا اس اندیشہ سے ہے کہ کہیں نجاست ان کے ہمراہ الجھ کر نہ رہ جائے اور کلوخ سے اس کو زائل کرنا ممکن نہ ہو سکے)

(۲) "عانہ" کے لئے حلق (مونڈنا) یا استحداد (لوہا استعمال کرنا) کے الفاظ احادیث میں وارد ہوئے ہیں اس لئے اولیٰ اور افضل یہی ہے کہ استرہ یا بلیڈ وغیرہ لوہے کی چیز سے بال مونڈے جائیں کیونکہ لوہا استعمال کرنا مقوی باہ ہے۔

حلق العانة يُهيِّجُ الشهوة لانه يذكر النفس ولانه يثير الحرارة ويجذب الدم والروح الى الآت التناسل (كليات نفيسى ص ٤١٩) وكذا في السديدى في الفن الاول في القول في الجماع ص ٩٥ وكذا في الأقسرائي ص ٩٠)

الحلق افضل لموافقته الخبر وقد قال ابن عمر: هو مِمَّا احدثوا من النعيم يعني النورة (مغنی ۱/۸۷)

ترجمہ: مونڈنا افضل ہے کیونکہ وہ حدیث کے ارشاد کے مطابق ہے اور اس لئے کہ حضرت ابن عمرؓ نے فرمایا ہے کہ "نورہ" کا استعمال انسان کی ایجاد کردہ ترفہات

---

(۱) المطر الثف والمطر الکف

کے قبیل سے ہے۔

(۳) لیکن کترنا، چونا اور صابون وغیرہ سے صاف کرنا بھی جائز ہے۔ شامیؒ نے ہندیہ سے نقل کیا ہے **لو عالج بالنورة یجوز** اور ابن قدامہ نے لکھا ہے۔

وبای شیء ازاله صاحبه فلاباس لان المقصود ازالته قیل لابی عبد الله تری ان یاخذ الرجل سفلته بالمقراض وان لم یستقص؟ قال ارجو ان یجزئه ان شاء الله قیل یا ابا عبد الله ما تقول فی الرجل اذا نتف عانته؟ فقال : وهل یقوی علی هذا احد؟ وان اطلی بنورة فلاباس (مغنی ۱/۸۶)

ترجمہ : زیر ناف کے بال جس چیز سے بھی صاف کرنا چاہئے اس کی گنجائش ہے کیونکہ مقصد ان کا ازالہ ہے، امام احمدؒ سے کسی نے پوچھا کہ زیر ناف قینچی سے لینا کیسا ہے جبکہ اس سے پوری طرح بالوں کا ازالہ نہیں ہوتا؟ امام احمد نے فرمایا کہ مجھے امید ہے ان شاء اللہ کافی ہو جائے گا، پوچھا گیا کہ زیر ناف نوچنا کیسا ہے؟ آپ نے جواب دیا بھلا اس کی طاقت کسی کو ہو سکتی ہے؟ البتہ اگر وہ "نورہ" استعمال کرے تو گنجائش ہے۔

علامہ شوکانی نے اکھاڑنے کو بھی جائز کہا ہے لیکن اکھاڑنے کا حکم عورتوں کے لئے ہے اگر چہ شوکانی نے اس کی تصریح نہیں فرمائی۔

(۴) عورت کے لئے نتف (اکھاڑنا) سنت ہے، ابن نجیمؒ کی "الاشباہ والنظائر" سے شامیؒ نے نقل کیا ہے **والسنة فی عانة المرأة النتف** کیونکہ اس سے محل نرم رہتا ہے اور عورت میں وہی مطلوب ہے البتہ اگر درد وغیرہ کا احتمال ہو تو پھر نورہ صابون وغیرہ سے صاف کرنا اولی ہے کیونکہ اس سے بھی جگہ نرم رہتی ہے اور آخری شکل استرہ وغیرہ سے مونڈنے کی ہے وہ بھی جائز ہے۔

(۵) موئے زیر ناف مونڈنے کی ابتدا ناف کے نیچے سے کرنا چاہئے۔

ویبتدیٔ من تحت السرۃ (شامی) کذا فی العالمگیریہ (۵/۳۶۸)

(۴) اکثر حضرات کے مسربہ[1] اور عانہ میں فرق ہوتا ہے، البتہ بعض حضرات جن کے سینے اور پیٹ پر بکثرت بال ہوتے ہیں ان کو اشتباہ ہوسکتا ہے، پس اس سلسلہ میں یہ بات تو قطعی ہے کہ ناف کے نیچے ہی عانہ ہوتا ہے ناف سے اوپر نہیں ہوتا اس لئے بصورت اشتباہ وہ ناف کے نیچے سے بال مونڈے۔

مذکورہ چیزوں کے لئے وقت کی تحدید

مذکورہ چار چیزوں (مونچھیں کترنا، ناخن تراشنا، بغل صاف کرنا اور زیر ناف مونڈنا) کے متعلق مستحب یہ ہے کہ ہفتہ میں ایک بار صفائی کرے، افضل جمعہ کا دن ہے، پندرہ بیس روز میں ایک بار صفائی کرے تو بھی جائز ہے البتہ چالیس دن سے زائد صفائی نہ کرنا مکروہ تحریمی ہے جس کی وجہ سے گنہگار ہوگا۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ:

وقت لنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی قص الشارب وتقلیم الاظفار ونتف الابط وحلق العانۃ ان لا نترك اکثر من اربعین لیلۃ[2]

ترجمہ: رسول اللہ ﷺ نے ہمارے لئے مونچھیں تراشنے ناخن تراشنے، بغل صاف کرنے اور زیر ناف لینے کے لئے وقت کی تحدید فرمادی ہے کہ ہم چالیس روز سے زائد نہ چھوڑیں۔

یعنی زائد سے زائد چالیس روز تک گنجائش ہے اس کے بعد پھر ترک صفائی کی گنجائش نہیں بلکہ مکروہ تحریمی ہے۔ شامی نے لکھا ہے۔ کرہ ترکہ تحریما لقول المجتبی: ولا عذر فیما وراء الاربعین ویستحق الوعید۔ نیز اس کی نماز بھی مکروہ ہوگی۔ فان ترك الی اربعین یوما فصلوتہ مکروھۃ

(۱) مسربہ: سینہ کے درمیان میں پیٹ تک کے بال ۱۲ (۲) احمد، ترمذی، نسائی، ابوداؤد ۱۲

قالہ فی القنیۃ[1]

حدیث: آنحضور ﷺ ہر جمعہ کو ناخن اور مونچھ درست فرماتے اور بیسویں روز زیر ناف اور چالیسویں روز بغل کے بال صاف کرتے تھے[2]

⑤ مسواک کرنا

طہارت و نظافت کے سلسلہ میں رسول اللہ ﷺ نے جن چیزوں پر خاص طور سے زور دیا ہے اور بڑی تاکید فرمائی ہے ان میں سے ایک مسواک بھی ہے ایک حدیث میں آپ نے یہاں تک فرمایا ہے کہ "اگر مجھے یہ خیال نہ ہوتا کہ میری امت پر بہت مشقت پڑ جائے گی تو میں ہر نماز کے وقت مسواک کرنا ان پر لازم کر دیتا"۔

مسواک کے جو طبی فوائد ہیں اور بہت سے امراض سے اس کی وجہ سے جو تحفظ ہوتا ہے آج کل کا ہر صاحب شعور اس سے کچھ نہ کچھ واقف ہے لیکن دینی نقطۂ نگاہ سے اس کی اصل اہمیت یہ ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کو بہت زیادہ راضی کرنے والا عمل ہے[3]

مسواک کے خاص اوقات

رسول اللہ ﷺ ہر نیند سے جاگنے کے بعد خاص کر رات کو تہجد کے لئے اٹھنے کے وقت پابندی اور اہتمام سے مسواک فرماتے تھے اس کے علاوہ باہر سے جب گھر میں تشریف لاتے تھے تو سب سے پہلے مسواک فرماتے تھے اس سے معلوم ہوا کہ مسواک صرف وضو کے ساتھ مخصوص نہیں ہے بلکہ سو کر اٹھنے کے بعد اور مسواک کیے زیادہ دیر گذرنے کے بعد اگر وضو کرنا نہ بھی ہو جب بھی مسواک کر لینی چاہئے۔

---

(۱) امالی شیخ انور شاہ قدس سرہ ۱۲۰ (۲) التعلیق الصبیح ۴/۲۰۵، (۳) مولانا محمد منظور نعمانی صاحب: معارف الحدیث ۳/۵۴) مولانا محمد منظور نعمانی صاحب: معارف الحدیث ۳/۵۷)

ہمارے علمائے کرام نے ان ہی احادیث کی بناء پر لکھا ہے کہ مسواک کرنا یوں تو ہر وقت میں مستحب اور باعث اجر وثواب ہے لیکن پانچ موقعوں پر مسواک کی اہمیت زیادہ ہے (۱) وضو میں (۲) نماز کے لئے کھڑے ہوتے وقت (اگر وضو اور نماز کے درمیان زیادہ فصل ہو گیا ہو) (۳) اور قرآن مجید کی تلاوت کے لئے، (۴) اور سونے سے اٹھنے کے وقت (۵) اور منہ میں بدبو پیدا ہو جانے یا دانتوں کے رنگ میں تغیر آجانے کے وقت ان کی صفائی کے لئے[1]

مسواک سے نماز قیمتی بنتی ہے

عن عائشة قالت قال رسول الله صلى الله عليه وسلم تَفضلُ الصلوٰةُ التي يستاك لها على الصلوٰة التي لا يُستاك لها سبعين ضعفا.

(بیہقی فی شعب الایمان)

ترجمہ: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ: وہ نماز جس کے لئے مسواک کیا جائے اس نماز کے مقابلہ میں جو بلا مسواک کے پڑھی جائے ستر گنی فضیلت رکھتی ہے۔

مطلب: حدیث کا مطلب یہ ہے کہ جو نماز مسواک کرکے پڑھی جائے وہ اس نماز کے مقابلہ میں جو بلا مسواک کے پڑھی جائے بدرجہا اور بہت زیادہ افضل ہے اور اگر ''سبعین'' سے مراد ستر کا خاص عدد ہو تب بھی کوئی استبعاد نہیں ہے۔

جب کوئی بندہ مالک الملک اور احکم الحاکمین کے دربار عالی میں حاضری اور نماز کے ذریعہ اس سے مخاطبت اور مناجات کا ارادہ کرے اور یہ سوچے کہ اس کی عظمت وکبریائی کا حق تو یہ ہے کہ اپنے دہن وزبان کو مشک وگلاب سے دھو کے اس کا نام نامی لیا جائے اور اس کے حضور میں کچھ عرض کیا جائے، لیکن چونکہ اس مالک نے اپنی عنایت ورحمت سے صرف مسواک ہی کا حکم دیا ہے

(۱) مولانا محمد منظور نعمانی صاحب: معارف الحدیث ۳/ ۵۷

اس لئے میں مسواک کرتا ہوں۔

بہرحال جب کوئی بندہ اللہ تعالیٰ کی عظمت کے اس احساس اور ادب کے اس جذبے سے نماز کے لئے مسواک کرے تو وہ نماز اگر اس نماز کے مقابلہ میں جس کے لئے مسواک نہ کی گئی ہو ستر یا اس سے بھی زیادہ درجے افضل قرار دی جائے تو بالکل حق ہے حقیقت تو یہ ہے ۔

ہزار بار بشویم دہن زمشک وگلاب ہنوز نام تو گفتن کمال بے ادبی است

(معارف ۳/۶۴)

روزہ دار زوال کے بعد بھی مسواک کر سکتا ہے

حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ روزہ دار کے لئے زوال کے بعد مسواک کرنا مکروہ فرماتے ہیں کیونکہ صائم کے منہ کا خلوف (معدہ کے خالی ہونے کی وجہ سے جو بو منہ میں محسوس ہوتی ہے) اللہ پاک کو مشک سے زیادہ پسند ہے اور مسواک کرنے سے وہ زائل ہو جاتی ہے۔

لیکن احناف رحمہم اللہ فرماتے ہیں کہ خلوف، معدہ کے خالی ہونے کی وجہ سے پیدا ہونے والی بو کا نام ہے اور وہ مسواک کرنے سے زائل نہیں ہوتی، مسواک سے منہ کی بدبو زائل ہوتی ہے جس کا زائل کرنا ضروری ہے، جمہور ائمہ کا بھی یہی مذہب ہے، نیز مستدلات فقہا میں غور کرنے سے بھی حضرت امام ابو حنیفہؒ اور جمہور کا مسلک ہی قوی معلوم ہوتا ہے، اور حدیث لخلوف فم الصائم اطیب عند اللہ من ریح المسک کا تعلق مسواک کے مسئلہ سے نہیں ہے بلکہ فضائل صوم سے ہے کہ جب صائم کا خلوف (جو بے وقعت اور ناپسندیدہ چیز ہے) اللہ پاک کو اس قدر پسند ہے تو سارے روزہ کا مرتبہ اللہ پاک کے نزدیک کیا کچھ ہوگا؟

ایک توجیہ حدیث شریف کی یہ بھی ہے کہ روزہ دار سے گفتگو کرتے وقت بو محسوس ہو تو لوگوں کو ناگواری محسوس نہیں کرنی چاہئے کیونکہ یہ بو اللہ تعالیٰ کو مشک سے زیادہ پسند ہے، پھر لوگوں کو کیوں ناپسند ہے؟!

حضرت شاہ ولی اللہ صاحب دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے اس قسم کی ایک اور توجیہ فرمائی ہے۔ وہ لکھتے ہیں کہ:

وہ حدیث جس میں روزہ کی حالت میں حضور ﷺ کا مسواک فرمانا مروی ہے اور خلوف کی حدیث دونوں حدیثوں میں تعارض نہیں ہے، کیونکہ اس قسم کے کلام سے مبالغہ مقصود ہوتا ہے، گویا آپ ﷺ نے یہ فرمایا کہ "وہ روزہ دار خدا تعالیٰ کو ایسا محبوب ہے کہ اگر اس کے منہ میں بو بھی ہوتی تو وہ بھی اس کی محبت کی وجہ سے اچھی معلوم ہوتی۔" (حجۃ اللہ ۲/۱۷۳)

علاوہ بریں حضور ﷺ کا روزہ کی حالت میں بکثرت مسواک فرمانا مروی ہے۔ عامر بن ربیعہ کہتے ہیں کہ:

"میں گن بھی نہیں سکتا اتنی مرتبہ رسول اللہ ﷺ کو روزہ کی حالت میں مسواک فرماتے ہوئے میں نے دیکھا ہے" (بخاری، ابوداؤد، ترمذی حمیدی، ۱: ۷۷)

یہ حدیث مطلق ہے لہٰذا بعد زوال کو بھی شامل رہے گی۔ بخاری شریف میں ترجمۃ الباب میں حضرت ابن عمرؓ کا فتویٰ مذکور ہے کہ صائم دن کے شروع حصہ میں اور آخر حصہ میں مسواک کرسکتا ہے۔ (تیسیر الوصول ۲: ۳۱۱)

مسئلہ: مسواک پیلو وغیرہ نرم لکڑی کی ہونی چاہئے **والمستحب ان یستاك بعود من إراك ویکون لینا** (عمدۃ القاری)

مسئلہ: بوقت ضرورت ہر اس شے سے جس سے منہ کی صفائی ہوجائے مثلاً انگلی، موٹا کپڑا وغیرہ سے بھی مسواک کی سنت ادا ہوجائے گی (نیل الاوطار)

اذا لم یجد السواك یعالج باصبعه (عمدۃ القاری)

مسئلہ: منجن خواہ سفوف کی شکل کا ہو(TOOTHPOWDER) یا پیسٹ کی طرح کا ہو(TOOTH PASTE)ان سے بھی سنت مسواک ادا ہو جائے گی۔

والعلك للمرأة يقوم مقام السواك (عمدۃ القاری)

مسئلہ: برش(BRUSH) سے بھی سنت ادا ہو جائے گی البتہ طبی طور پر جو لکڑی کے فوائد ہیں وہ حاصل نہ ہوں گے، اس لئے بطور فیشن اس کی عادت ڈالنا مناسب نہیں اور نہ بلا ضرورت وہ مسواک کا قائم مقام ہوگا، مزید بر آں اس کی عادت بنا لینے کی صورت میں مسوڑوں کو نقصان بھی پہنچتا ہے

(فتاوی دار العلوم ۷/ ۲۵۱)

فتاوی رحیمیہ میں ہے کہ "اصل سنت درخت کی مسواک ہے وہ میسر نہ ہو یا دانت نہ ہوں یا دانت یا مسوڑوں کی خرابی کی وجہ سے مسواک سے تکلیف ہوتی ہو تو ضرورۃً ہاتھ کی انگلیوں یا موٹے کھردرے کپڑے یا منجن، ٹوتھ پیسٹ یا برش سے مسواک کا کام لیا جا سکتا ہے مگر مسواک کے ہوتے ہوئے مذکورہ چیزیں مسواک کی سنت ادا کرنے کے لئے کافی نہیں اور مسواک کی سنت کا پورا اجر حاصل نہ ہوگا۔ لاتقوم الاصابع مقام العود عند وجوده ترجمہ: مسواک کی موجودگی میں انگلیاں اس کے قائم مقام نہیں بن سکتیں (کبیری ص ۳۲، بحر ۱/ ۲۱)

جب مسواک کی موجودگی میں انگلیاں مسواک کے قائم مقام نہیں ہو سکتیں تو برش وغیرہ کیسے مسواک کے قائم مقام ہو سکتے ہیں؟ (فتاوی رحیمیہ ۱: ۲۴۶)

مسئلہ: منہ کے ہر حصہ میں (دانت، مسوڑے، زبان تالو وغیرہ) جہاں جہاں متعفن مادہ ہو مسواک کرے ویستاك على اسنانه ولسانه الى ان يطمئن قلبه بزوال النكهة (عمدۃ القاری) عن ابی موسیٰ قال : دخلت على رسول الله صلى الله عليه وسلم وهو يستاك ، وطرف السواك على لسانه وهو يقول عاعا(نسائی باب كيف يستاك)دل الحديث على انه

لايختص السواك بالأسنان (المنهل)

حجۃ اللہ البالغہ میں ہے" ينبغي للانسان ان يبلغ بالسواك اقاصي الفم فيخرج بلاغم الحلق والصدر، والاستقصاء في السواك يذهب بالقلاع اى داء الفم، ويصفي الصوت ويطيب النكهة:

ترجمہ: مناسب یہ ہے کہ منہ کے اندر اچھی طرح مسواک کرے اور حلق اور سینہ کا بلغم نکالے اور منہ میں خوب اندر تک مسواک کرنے سے مرض قلاع (منہ کی ایک قسم کی بیماری) دور ہو جاتا ہے اور آواز صاف ہو جاتی ہے اور منہ خوشبودار ہو جاتا ہے۔ (۱/۴۵۰)

مسئلہ: مسواک دائیں ہاتھ سے پکڑنا چاہئے۔ والسنة امساكه باليمين (المنهل)

مسئلہ: مسواک عرضاً (چوڑائی میں) یعنی دائیں سے بائیں اور اس کا الٹا کرنا پسندیدہ ہے اور طولاً (لمبائی میں) یعنی اوپر سے نیچے اور اس کا الٹا کرنا بھی جائز ہے۔

عرضاً مسواک کرنے کے بارے میں جو احادیث وارد ہوئی ہیں وہ سب ضعیف ہیں، دیکھئے (المنہل ۱/۱۷۸) اس لئے امام الحرمین نے فرمایا ہے کہ يمر السواك على طول الاسنان وعرضها فان اقتصر على احد هما فالعرض اولى (دانتوں پر طولاً اور عرضاً مسواک کرنا چاہئے اور اگر صرف ایک پر اکتفا کرے تو پھر عرضاً کرنا اولی ہے) (المنہل ۱/۱۷۹)

حضرت ابوموسیٰؓ کی حدیث "يشوص فاه بالسواك" میں الشوص کے عام طور پر معنی الاستياك بالعرض کے جاتے ہیں لیکن امام وکیع نے بالطول (نیچے سے اوپر اور اس کا الٹا مسواک کرنا) بھی معنی کئے ہیں (مقدمہ فتح الباری ص ۱۳۸)

⑥ ناک کی صفائی کرنا

اسلام نے نظافت وطہارت کے اہتمام کی تاکید فرمائی ہے، ایک حدیث

میں وارد ہے۔

ان اللّٰہ طیب یحب الطیب، نظیف یحب النظافۃ، کریم یحب الکرم، جواد یحب الجود فنظفوا افنیتکم ولا تشبھوا بالیھود۔

ترجمہ: اللہ تعالیٰ ستھرے ہیں، پاکی کو پسند فرماتے ہیں۔ نظیف (پاکیزہ) ہیں، ستھرائی کو پسند کرتے ہیں، کریم ہیں کرم کو پسند فرماتے ہیں جواد ہیں سخاوت کو دوست رکھتے ہیں لہٰذا اپنے صحن کو ستھرا رکھو اور یہودیوں کی مشابہت اختیار مت کرو[1]

اسلام میں بدن کے ہر عضو کی نظافت مطلوب ہے، حتیٰ کہ کپڑوں کی بھی، لیکن بعض اعضا جو محل کثافت ہیں، حضور ﷺ نے خصوصی طور پر ان کو پاک صاف رکھنے کا حکم دیا ہے منہ اور ناک کی صفائی بھی اسی قبیل سے ہے۔

کسی وجہ سے منہ میں تغیر محسوس ہو تو فوراً مسواک کر کے صفائی کر لینا چاہئے، اسی طرح اگر ناک میں تعفن و کثافت محسوس ہو تو فوراً صفائی کرنی چاہئے، ناک میں پانی ڈال کر صاف کرنا وضو میں سنت اور غسل میں فرض ہے۔

بہرحال امور فطرت میں یہ بات بھی داخل ہے کہ انسان کا منہ اور ناک ہر وقت صاف رہیں، نہ یہ کہ کثافت سے لبریز، جس سے ساتھ والوں کو کبیدگی پیدا ہو سکتی ہے۔

مسئلہ: ناک کی صفائی کے لئے پانی ناک میں کھینچ کر پھر سانس کی قوت سے جھڑک کر نکال دینا چاہئے، اس طرح چند بار کرنے سے صفائی ہو جائے گی۔

مسئلہ: پانی ڈالنے کے لئے دایاں ہاتھ اور ناک جھاڑنے کے لئے بایاں ہاتھ استعمال کرنا چاہئے۔

---

(1) یہ الفاظ سعید بن المسیب کے ہیں اور موقوف ہیں، دوسرے رواۃ سعد بن ابی وقاصؓ سے انہی الفاظ کے ساتھ مرفوع بھی روایت کرتے ہیں مگر ان میں "یہودیوں کی مشابہت اختیار نہ کرو" کے الفاظ نہیں ہیں (ترمذی باب فی النظافۃ من ابواب الادب)

مسئلہ: ناک میں انگلی ڈال کر صفائی کی ضرورت پیش آئے تو اس کے لئے بایاں ہاتھ استعمال کرنا چاہئے۔

مسئلہ: روزہ کی حالت میں ناک میں پانی کھینچنا جائز نہیں نہ اونچا چڑھانا چاہئے، ممکن ہے پانی جوف دماغ میں پہنچ جائے، تو روزہ فاسد ہو جائے گا۔

حدیث میں فرمایا گیا ہے کہ:

بالغ فی الاستنشاق الا ان تکون صائما (ابوداؤد، ترمذی، نسائی)	ناک میں اچھی طرح پانی چڑھا کر صفائی کیا کرو الا یہ کہ تم روزہ کی حالت میں ہو (تو پھر پانی زیادہ اونچا نہ چڑھاؤ)

⑦ جوڑوں کا دھونا

بَرَاجِم، بُرْجُمَۃ کی جمع ہے جس کے لغوی معنی ہیں:

العقد التی فی ظهور الاصابع یجتمع فیه الوسخ (نہایہ: ابن اثیر)	انگلیوں کے جوڑ کی پشت جہاں میل کچیل جمع ہو جاتا ہے، براجم ہے۔

لیکن حدیث میں صرف یہی معنی مراد نہیں ہیں بلکہ بدن کا ہر وہ حصہ مراد ہے جہاں میل کچیل جمنے کا احتمال ہے۔

قال العلماء: ویلحق بالبراجم ما یجتمع من الوسخ فی معاطف الاذن وقعر الصماخ فیزیله بالمسح ونحوه (شوکانی: نیل الاوطار)

ترجمہ: علماء نے فرمایا ہے کہ براجم ہی کے حکم میں کان کے شکن اور سوراخ میں مجتمع ہونے والا میل بھی ہے اسے پونچھ کر یا کسی اور طریقہ سے زائل کرنا چاہئے۔

وکذلك ما یجتمع فی داخل الانف وجمیع وسخ المجتمع علی ای موضع من البدن بالعرق والغبار ونحوهما (المنهل)

ترجمہ: اسی طرح وہ آلائش جو ناک میں جمع ہو جاتی ہے نیز وہ میل کچیل جو بدن

کے کسی بھی حصہ میں پسینہ یا غبار کی وجہ سے جمع ہو جاتا ہے (بجکم براجم ہے)
خلاصہ یہ ہے کہ بدن کا ہر وہ حصہ جہاں میل جمنے کا احتمال ہے اس کو صاف رکھنا بھی امور فطرت میں شمار کیا گیا ہے اور یہ حکم نظافت بدن کے لئے دیا گیا ہے۔
مولانا محمد منظور نعمانی رحمہ اللہ لکھتے ہیں کہ بعض اکابر علماء نے فرمایا ہے کہ اس حدیث سے یہ اصول معلوم ہوگیا کہ جسم کی صفائی اور اپنی ہیئت اور صورت کی درستی اور ہر ایسی چیز کا ازالہ اور اس سے اجتناب جن سے گھن آئے اور کراہیت پیدا ہو احکام فطرت میں سے ہے اور طریقہ انبیا ہے"[1]
ابن قدامہ نے مغنی میں لکھا ہے کہ ناخن کاٹنے کے بعد انگلیوں کے سروں کو دھونا مستحب ہے، اور ممکن ہے کہ "براجم" سے وہی معنی مراد ہوں کیونکہ اگر بغیر دھوئے کھجلائے گا تو خارش پیدا ہوسکتی ہے (مغنی ۱/۸۸)

﴿۸﴾ انتقاص الماء کے تین معنی ہیں

اول: پانی سے استنجا کرنا ــــــ اگر نجاست (بول و براز) مخرج سے نہ بڑھی ہو تو استنجا کرنا سنت ہے اور امور فطرت میں سے ہے اور اگر نجاست مخرج سے بڑھ چکی ہے تو پھر اس کا حکم مانند دوسری نجاستوں کے ہے یعنی پانی سے دھونا ضروری ہے (وکیع رحمہ اللہ نے یہی معنی بیان فرمائے ہیں)
دوسرے معنی: ہیں شرمگاہ کو پانی سے دھو کر پیشاب کی آمد کا سلسلہ بند کرنا، یہ معنی امام لغت ابو عبیدہ نے بیان فرمائے ہیں۔
تیسرے معنی ہیں وضو سے فارغ ہو کر ہاتھ تر کر کے شرمگاہ پر چھینٹے ڈالنا تاکہ شیطانی وساوس سے بچاؤ ہو جائے یہ جمہور کی رائے ہے کیونکہ ایک روایت میں انتقاص کی جگہ انتضاح کا لفظ وارد ہوا ہے (المنہل ۱/۱۹۱)

---

(۱) معارف الحدیث ۳/۹۲

وفي الحديث : كان النبي صلى الله عليه وسلم اذا بال يتوضأ وينضح (جب آنحضرت ﷺ پیشاب فرماتے تھے تو وضو فرماتے اور شرمگاہ پر (کپڑے پر) پانی کے چھینٹے ڈالتے) وعند الترمذي عن ابي هريرة ؓ ان النبي صلى الله عليه وسلم قال: جاء ني جبريل عليه السلام فقال يا محمد اذا توضات فانتضح (تیسیر الوصول ۳:۶۰)

(۹) کلی کرنا

کلی کرنا بھی نظافت وطہارت کے لئے ہے، منہ کو اچھی طرح، گلے تک صاف کرنا اور صاف رکھنا اسلام کے بنیادی احکامات میں سے ہے۔

مسئلہ: وضو میں کلی کرنا سنت ہے اور غسل میں فرض ہے۔

مسئلہ: روزہ کی حالت میں غرغرہ کرنا مکروہ ہے[1] کیونکہ غرغرہ کرنے سے پانی اگر گلے میں اتر جائے گا تو روزہ فاسد ہو جائے گا۔

(۱۰) ڈاڑھی رکھنا

ڈاڑھی کا بیان ہم نے بالقصد مؤخر کیا ہے تاکہ کلام مربوط رہے۔

مسئلہ: ڈاڑھی (لحیہ) ان بالوں کو کہتے ہیں جو رخسار (یعنی لحیین) اور ٹھوڑی پر اگتے ہیں۔ اللحية بكسر اللام: اسم لما نبت على الخدين والذقن (المنجد ۱/۱۸۵)

مسئلہ: کنپٹی کے نیچے جو ہڈی ابھری ہوئی ہے وہاں سے ڈاڑھی شروع ہوتی ہے، اس سے اوپر سر ہے (امداد الفتاوی ۴/۲۱۰)

مسئلہ: ڈاڑھی ایک مشت رکھنا مسنون ہے اس سے زائد کاٹ لی جائے وصرح في النهاية بوجوب قطع مازاد على القبضة ومقتضاه: الاثم

(۱) نفع المفتی والسائل ۲۵

بترکه الا ان یحمل الوجوب علی الثبوت. (درمختار، کتاب الصوم)

حدیث کے الفاظ کا تقاضہ تو یہ ہے کہ ڈاڑھی جس قدر بڑھے بڑھنے دی جائے، کیونکہ فرمایا گیا ہے ارخوا اللحی (ڈاڑھیاں لٹکاؤ) اور اوفوا اللحی (ڈاڑھیاں پوری رہنے دو) اور اعفوا اللحی (ڈاڑھی کو معاف رکھو یعنی اس کو ہاتھ نہ لگاؤ) لیکن اس اطلاق کے خلاف حدیث میں وارد ہوا ہے کہ رسول اللہ ﷺ ڈاڑھی مبارک کے طول و عرض سے بال لیا کرتے تھے

لیکن کس قدر لیا کرتے تھے اس کی صراحت کسی جگہ نہیں دیکھی البتہ صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کے عمل سے اس کا ثبوت ملتا ہے، حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ جن کو اتباع سنت کا خصوصی اہتمام تھا ان کے متعلق روایت ہے کہ وہ ایک مشت سے زائد کاٹ لیا کرتے تھے، معلوم ہوا کہ یہی سنت ہے[1] P95

مسئلہ: ڈاڑھی چڑھانا حرام ہے، حدیثوں میں اعفوا (بڑھاؤ) اور ارخوا (لٹکاؤ) کے الفاظ وارد ہوئے ہیں اور امر وجوب کے لئے ہوتا ہے لہٰذا ڈاڑھی کو نیچی چھوڑنا واجب ہوا اور اس کا ترک حرام ہوا اور ظاہر ہے کہ ڈاڑھی چڑھانے میں اس کا ترک لازم آتا ہے اس لئے وہ حرام ہوگا (اصلاح الرسوم ص۱۶ فصل ۲)

555 بخاری ج (تعلیم الاظفار)

مسئلہ: ڈاڑھی میں گرہ لگانا یا ڈاڑھی کے بالوں کو اندر گھسانا بھی ناجائز ہے، اس میں بھی ارخاء کے حکم کی خلاف ورزی پائی جاتی ہے۔

حضرت رویفعؓ سے آنحضور ﷺ نے ارشاد فرمایا تھا کہ شاید تمہاری عمر میرے بعد زیادہ ہوگی تو لوگوں کو خبر دینا کہ جو شخص ڈاڑھی میں گرہ لگائے (اور فلاں فلاں کام کرے) پس بلاشک محمد ﷺ اس سے بیزار ہیں P93

(ابوداؤد، نسائی، تیسیر الوصول ۳/۶۱)

(۱) اصحاب ظواہر (غیر مقلدین) چونکہ صحابہ کے عمل کو حجت نہیں مانتے اس لئے وہ ایک مشت سے زائد کے کاٹنے کو بھی منع کرتے ہیں مگر ان کا مذہب ہی بر خود غلط ہے ۱۲

مسئلہ: رخسار کے بال بہت زیادہ لمبے ہوجائیں تو ان کو بھی ایک مشت سے زائد کاٹ سکتے ہیں، المراد بطولها طول شعرها فیشمل جوانبها فلا بأس بالاخذ منها أیضاً...... وقد روی انه صلی الله علیه وسلم کان یأخذ من عرض لحیته وطولها[1] وکان یامر أن یؤخذ من باطن اللحیة (المنہل ۱/۱۸۷)

مسئلہ: عنفقة (بچی) یعنی وہ بال جو نیچے کے ہونٹ کے وسط میں ٹھوڑی سے اوپر ہوتے ہیں وہ ڈاڑھی کے حکم میں ہیں، ان کا مونڈنا یا کترانا بھی حرام ہے۔ العنفقة: الشعر الذی فی الشفة السفلی، وقیل: الشعر الذی بینها وبین الذقن (نہایہ ابن اثیر) واما شعر العنفقة فیحرم ازالته کحرمة ازالة شعر اللحیة (المنہل)

احادیث میں وارد ہوا ہے کہ حضور ﷺ کے عنفقہ میں چند بال سفید ہوئے تھے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ بچی رکھنا ضروری ہے۔

مسئلہ: عورت کی ڈاڑھی نکل آئے تو ان بالوں کو زائل کرنا مستحب ہے

(فتاوی رحیمیہ ۲: ۲۴۷)

اذا نبت للمرأة لحیة فیستحب لها حلقها ذکره الطیبی

(مرقات ۴: ۴۵۷)

مسئلہ: ڈاڑھی گنجان ہو تو اس کا اکرام کرنا چاہئے، یعنی اسے اہتمام سے دھونا، تیل لگانا، اور کنگھی کرنا چاہئے۔ حدیث میں فرمایا گیا ہے۔

من کان له شعر فلیکرمه[2] — جس کے بال ہوں اسے اس کا اکرام کرنا چاہئے۔

البتہ مرد کو بناؤ سنگھار میں مشغول نہ رہنا چاہئے کہ ہر وقت اس پر اسی کی

---

(۱) ترمذی شریف باب فی الاخذ من اللحیة من ابواب الادب 2762

(۲) سنن ابوداؤد باب فی اصلاح الشعر من کتاب الترجل

فکر سوار ہو۔ عبد اللہ بن مغفلؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے روز روز تیل کنگھا کرنے سے منع فرمایا ہے۔

نهى عن الترجل الاغبا[1] قال الطيبي: والمراد به النهي عن المواظبة عليه والاهتمام به لانه مبالغة في التزين (از حاشیہ ابو داود مجتبائی)

مسئلہ: سر یا ڈاڑھی کے سفید بالوں کو اکھاڑنا یا قینچی سے چن کر نکلوانا مکروہ ہے۔ مسلم شریف کی روایت میں ہے کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ اس بات کو ناپسند سمجھتے تھے کہ کوئی شخص اپنے سر یا ڈاڑھی کے سفید بالوں کو اکھاڑے۔

(تیسیر الوصول ۲: ۱۹۷)

نتف الشيب مكروه للجندي وغيره فان في الحديث: ان النبي صلى الله عليه وسلم نهى عن نتف الشيب وقال: انه نور الاسلام

(فتاوی ابن تیمیہ ۱: ۱۸۴)

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ "سفید بال نہ اکھاڑو، جو شخص اسلام میں بوڑھا ہوا تو وہ (بوڑھاپا) اس مسلمان کے لئے قیامت کے دن نور ہوگا" اور دوسری روایت میں ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کی وجہ سے اس کے لئے نیکی لکھے گا اور خطا مٹائے گا۔ قال سفيان: الا كانت له نوراً يوم القيمة وقال في حديث يحي: الا كتب الله له بها حسنة، وحط بها عنه خطيئة[2]

دیلمی نے انس رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، جو شخص قصداً سفید بال اکھاڑے گا قیامت کے دن وہ بال نیزہ ہو جائے گا جس سے اس کو بھونکا جائے گا[3]

درمختار میں مذکور ہے کہ سفید بال اکھیڑنے میں حرج نہیں جبکہ بقصد

---

(۱) سنن ابو داود کتاب الترجل ۲/۲۲۰۔ (۲) سنن ابو داؤد باب في نتف الشيب من كتاب الترجل ۲/۲۲۵ (۳) بہار شریعت حصہ شانزدہم ص ۱۹۳

زینت ایسا نہ کرے، ولاباس بنتف الشیب، قیدہ فی البزازیة بان لایکون علی وجه التزین۔

لیکن عام طور پر جو لوگ ایسا کرتے ہیں، ان کے فعل سے ظاہر یہی ہے کہ وہ لوگ زینت کے ارادہ سے ایسا کرتے ہیں تا کہ سپید کی ظاہر نہ ہو اور وہ جوان معلوم ہوں اسی وجہ سے حدیث میں اس کی ممانعت وارد ہوئی ہے۔

مسئلہ: فنیکین (بروزن ملیکین) یعنی بچی کے اغل بغل کے بالوں کے متعلق مطالب المومنین کی روایت یہ ہے کہ اس کے منڈانے میں کوئی حرج نہیں اور احیاء العلوم میں بدعت لکھا ہے، لیکن صحیح قول یہ ہے کہ جائز ہے حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

مسئلہ: گرفتن موئے فنیکین بروزن ملیکین کہ عبارت است از طرفین عنفقہ باک ندارد، محدث دہلوی در شرح "صراط مستقیم" می آرد: حلق طرفین عنفقہ لا باس بہ است (الطرائف والظرائف)

ترجمہ: بچی کے اغل بغل کے بال لینے میں کوئی حرج نہیں، شیخ عبدالحق محدث دہلوی صراط مستقیم کی شرح میں بیان فرماتے ہیں کہ بچی کے اغل بغل کے بال مونڈنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔

مسئلہ: رخسار (گال کا ابھرا ہوا حصہ) کے بال لینا جائز ہے لیکن نہ لینا اولی ہے۔ اما الاشعار التی علی الخدین فلیست من اللحیة لغة، وان کرہ الفقهاء اخذها لانه ان کان بالحدید یوجب الخشونة فی الخدین، وان کان بالنتف فانه یضعف البصر (فیض الباری ۴: ۳۸۰)

مسئلہ: جب سر یا ڈاڑھی سفید ہو جائیں تو خضاب لگانا چاہئے۔ حدیث میں ہے کہ یہود و نصاریٰ خضاب نہیں کرتے، تم ان کی مخالفت کرو (یعنی خضاب کرو[1])

---

(۱) روی البخاری والمسلم وابو داؤد عن ابی هریرة فی باب الخضاب من الترجل ۲/ ۲۲۶

مسئلہ: مرد کے لئے صرف سر اور ڈاڑھی کا خضاب سنت ہے ہاتھوں اور پیروں پر بلا عذر خضاب کرنا حرام ہے، حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ ایک مخنث (ہیجڑا) حضور ﷺ کے پاس لایا گیا جس نے ہاتھوں اور پیروں پر مہندی کا خضاب کر رکھا تھا آپؐ نے پوچھا اس نے ایسا کیوں کیا ہے؟ لوگوں نے عرض کیا کہ عورتوں کے ساتھ مشابہت اختیار کرنے کے لئے، آپؐ نے حکم دیا کہ اس کو مدینہ سے نکال دیا جائے، حضرات صحابہ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ ہم اسے قتل ہی کیوں نہ کر دیں؟ آپ نے ارشاد فرمایا: نماز پڑھنے والوں کو قتل کرنے سے مجھے منع کیا گیا ہے (ابوداؤد ۲: ۳۲۶، باب الحکم فی المخنثین)

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے زعفران لگانے سے منع فرمایا ہے۔ (اخرجه الخمسة، تیسیر الوصول ۲: ۱۳۷)

امام نووی فرماتے ہیں کہ ممانعت کی وجہ رنگ ہے خوشبو نہیں ہے کیونکہ خوشبو تو مرد کے لئے پسند کی گئی ہے۔

مسئلہ: شادی شدہ عورت کے لئے ہاتھوں پیروں پر خضاب کرنا مستحب ہے۔ (الحاوی للفتاوی للامام السیوطی ۱: ۹۹)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں، ایک عورت نے پردہ کے پیچھے سے ہاتھ لمبا کر کے حضور ﷺ کو ایک خط پیش کیا آپؐ نے ہاتھ سکیڑ لیا اور فرمایا: ہمیں کیا معلوم کہ مرد کا ہاتھ ہے یا عورت کا؟ اس نے عرض کیا کہ: عورت کا ہاتھ ہے۔ آپؐ نے ارشاد فرمایا: اگر تو عورت ہوتی تو اپنے ناخنوں پر مہندی کا رنگ کئے ہوتی (ابوداؤد، نسائی، تیسیر الوصول ۲: ۱۳۷)

حضرت عائشہؓ سے مروی ہے کہ ہند بنت عتبہ نے حضور ﷺ سے بیعت کی درخواست کی، آپؐ نے فرمایا: میں تجھے اس وقت تک بیعت نہیں کروں گا جب تک تو اپنی ہتھیلیوں پر مہندی لگا کر تغیر نہ کر دے (دیکھ تو) گویا درندہ کی

ہتھیلیاں ہیں! (ابوداود، تیسیر الوصول ۲: ۱۳۷)

مسئلہ: البتہ اگر شوہر کو مہندی کی بو پسند نہ ہو تو پھر عورت کے لئے اچھا یہ ہے کہ وہ مہندی کا خضاب نہ کرے کوئی اور کرے جو شوہر کو پسند ہو۔

حضرت عائشہؓ سے کسی عورت نے مہندی کے خضاب کے متعلق پوچھا تو آپ نے فرمایا: کوئی حرج نہیں (جائز ہے) لیکن مجھے یہ (مہندی کا خضاب) ناپسند ہے کیونکہ میرے حبیب ﷺ کو اس کی بو پسند نہ تھی

(ابوداود، نسائی، تیسیر الوصول ۲: ۱۳۷)

مسئلہ: سیاہ خضاب کے علاوہ ہر خضاب استعمال کیا جا سکتا ہے، فتح مکہ کے دن صدیق اکبرؓ کے والد ماجد حضرت ابو قحافہؓ خدمت نبوی میں حاضر کئے گئے ان کا سر اور ڈاڑھی ثغامہ (ایک درخت کا پھول جو سفید ہوتا ہے) کی طرح سپید ہو رہا تھا، آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا:

غیروا هذا بشیء واجتنبوا السواد

ترجمہ: اس کو کسی چیز سے بدل دو (یعنی خضاب لگاؤ) اور سیاہی سے بچو (یعنی سیاہ خضاب نہ لگاؤ)

مسئلہ: سیاہ خضاب کرنا جائز نہیں، رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے کہ "آخر زمانہ میں کچھ لوگ ہوں گے جو سیاہ خضاب کریں گے جیسے کبوتر کے پوٹے، وہ لوگ جنت کی خوشبو نہیں پائیں گے"[1] امام احمد رحمۃ اللہ علیہ تو قسم کھا کر مکروہ فرماتے ہیں، مغنی میں ہے۔

ویکره الخضاب بالسواد قیل لابی عبد الله: تکره الخضاب بالسواد؟ قال: إی والله

ترجمہ: سیاہ خضاب کرنا مکروہ ہے امام احمد سے پوچھا گیا کہ کیا سیاہ خضاب کرنا مکروہ

---

(۱) تیسیر الوصول باب ماجاء فی خضاب السواد

ہے؟ آپ نے فرمایا ”جی ہاں قسم بخدا!“

احناف کے یہاں عامہ مشائخ کا قول کراہت کا ہے البتہ امام ابو یوسفؒ زینت کے واسطے بھی جائز فرماتے ہیں لیکن احتیاط اور راجح نہ کرنا ہے۔

مسئلہ: سرخ خضاب بالاتفاق مستحب ہے اس کے علاوہ سیاہ بالوں جیسے سیاہ رنگ کے علاوہ ہر رنگ کا خضاب بھی جائز ہے حتی کہ سیاہی مائل خضاب بھی (بشرطیکہ بالوں کی سیاہی سے مشابہ نہ ہو) جائز ہے کیونکہ ان تمام رنگوں سے بالوں کی سپیدی کا پتہ لگ سکتا ہے۔

اتفق المشايخ على ان الخضاب في حق الرجال بالحمرة سنة وانه من سيماء المسلمين وعلاماتهم. واما الخضاب بالسوادفمن فعل ذلك من الغزاة ليكون اهيب في عين العدو فهو محمود منه، اتفق عليه المشايخ ومن فعل ذلك ليزين نفسه للنساء او ليجيب نفسه اليهن فذلك مكروه وعليه عامة المشايخ وبعضهم جوزوا ذلك من غير كراهة وروى عن ابي يوسف انه قال: كما يعجبنى ان تتزين لى يعجبها ان اتزين لها كذا في الذخيرة[1]

ایک اشتباہ کا حل

سیاہ خضاب کے مسئلہ میں ابن ماجہ کی ایک روایت سے اشتباہ ہو سکتا ہے اس لئے اس کی تشریح ضروری ہے۔

حضرت صہیب رضی اللہ عنہ آنحضور ﷺ کا مبارک ارشاد نقل فرماتے ہیں کہ:

ان احسن ما اختضبتم به لهذا السواد أرغب لنسائكم فيكم واهيب لكم في صدور عدوكم[2]

---

(۱) عالمگیری ۵: ۳۵۹، مکمل بحث کے لئے امداد الفتاوی ۴: ۲۰۱-۲۰۳ ملاحظہ فرمائیں ۱۲

(۲) ابن ماجہ باب الخضاب بالسواد من ابواب اللباس ومتعلقاته

ترجمہ: آنحضور ﷺ نے (کسی خضاب کردہ کی طرف اشارہ کر کے) فرمایا کہ "تم جن چیزوں سے خضاب کیا کرتے ہو ان میں عمدہ ترین یہ سیاہی ہے (مشار الیہ شخص کے خضاب کی) جو تمہاری بیویوں کو تمہاری طرف بہت زیادہ راغب کرنے والی ہے اور تمہارے دشمنوں کے سینوں میں تمہاری بہت زیادہ دھاک بٹھانے والی ہے۔

یہ حدیث اول تو ضعیف ہے کیونکہ اس میں دو راوی ایسے ہیں جن کی وجہ سے روایت درجہ صحت کو نہیں پہنچ سکی ہے ثانیاً صحیح احادیث سے اس کا تعارض بھی نہیں ہے کیونکہ اس میں اس سیاہی کا تذکرہ ہے جو صحابہ میں رائج تھا یعنی وسمہ اور کتم کا خضاب جو سیاہی مائل ہوتا تھا بالکل سیاہ نہیں ہوتا تھا اور سیاہی مائل خضاب جائز ہے اور صحابہ سے اسی کا ثبوت ہے بالکل سیاہ خضاب صحابہ سے ثابت نہیں ہے[1]

چونکہ سیاہ خضاب کے مسئلہ سے بعض لوگوں کو دلچسپی ہوتی ہے اس لئے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ یہاں وہ تحقیق درج کر دی جائے جو حضرت اقدس مفتی محمد شفیع صاحب قدس سرہ سابق مفتی اعظم دار العلوم دیوبند نے جواہر الفقہ (ج ۲ ص ۴۲۰-۴۲۱) میں سپرد قلم فرمائی ہے۔ وہ تحقیق درج ذیل ہے:

ڈاڑھی اور بالوں کے خضاب کی تفصیل

سوال: خضاب بالسواد جائز ہے یا نہیں؟ اگر بشق اخیر جواب ہو تو امام ابو یوسف کا خلاف کیوں ہے؟ إني أحب ان اتزين لامرأتي سے صریح جواز بلکہ رغبت اور امر محمود ہونا معلوم ہوتا ہے اور اگر شق اول کو اختیار کیا جائے تو امام ابو حنیفہ وعامۃ الفقہاء رحمۃ اللہ تبارک وتعالیٰ علیہم حرمت کے قائل کیوں ہیں؟ اور فقط

(۱) حضرت تھانوی نور اللہ مرقدہ نے امداد الفتاوی اور بوادر النوادر (۴: ۴۴۴) کا درہ (۵۴) میں اس کی تصریح فرمائی ہے ۱۲

غازی کے لئے جائز فرماتے ہیں اوروں کے لئے ممانعت فرماتے ہیں اگر جواب ہو تو ادلۂ قویہ سے ہو، حوالۂ کتب تحریر فرماویں۔

جواب: حامداً ومصلیاً اما بعد: خضاب کے متعلق مختلف صورتوں اور مختلف حالات کے اعتبار سے احکام شرعیہ میں کچھ تفصیل ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ سیاہ رنگ کے سوا دوسرے رنگوں کا خضاب علمائے مجتہدین کے نزدیک جائز بلکہ مستحب ہے اور سرخ خضاب خالص حنا کا یا کچھ سیاہی مائل جس میں کتم شامل کیا جاتا ہے مسنون ہے نبی کریم علیہ ﷺ سے جمہور محدثین کے نزدیک ایسا خضاب کرنا ثابت ہے، صحابہ میں حضرت انسؓ اور ائمہ اجتہاد میں امام مالکؒ اس کے عملی ثبوت کا انکار فرماتے ہیں لیکن ناجائز وہ بھی نہیں فرماتے اور امام احمد بن حنبلؒ نے ان کے انکار کا جواب بھی نہایت کافی دے دیا ہے جس کے بعض جملے یہ ہیں وقد شهد به غير أنسؓ على النبي صلى الله عليه وسلم انه خضب وليس من شهد بمنزلة من لم يشهد فاحمد أثبت خضاب النبي صلى الله عليه وسلم ومعه جماعة من المحدثين ومالك أنكره (زاد المعاد ص۱۷۷ ج۲) نیز صحیح بخاری میں عثمان بن عبد اللہ بن موہب سے مروی ہے کہ ہم ام سلمہؓ کے پاس گئے تو انھوں نے ہمارے لئے آنحضرت ﷺ کا موئے مبارک نکالا دیکھا تو وہ حنا اور کتم سے خضاب کیا ہوا تھا۔ (زاد المعاد ص۱۳۶ ج۲) نیز حدیث صحیح میں ہے إن أحسن ماغيرتم به الشيب الحناءُ والكتم (رواہ الاربعہ) ترجمہ بہترین خضاب حنا اور کتم ہے، اسی طرح حضرت صدیق اکبرؓ سے صحیحین میں منقول ہے کہ حنا اور کتم کے ساتھ خضاب کرتے تھے (زاد) اور سنن ابی داؤد میں حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ آنحضرت ﷺ کے سامنے ایک شخص گذرا جو حنا کا خضاب کئے ہوا تھا آپ نے ارشاد فرمایا کہ ما أحسن هذا (یہ کیسا اچھا ہے) پھر دوسرا آدمی گذرا جو حنا اور کتم کا

خضاب کئے ہوئے تھا اس کو دیکھ کر فرمایا ھذا احسن من ھذا پھر تیسرا آدمی گذرا جو زرد خضاب کئے ہوئے تھا اس کو دیکھ کر فرمایا ھذا احسن من ھذا کلہ (یعنی یہ سب سے زیادہ اچھا ہے)

احادیث مذکورہ ہی کی بنا پر حنفیہ کا یہ مذہب ہے اتفق المشایخ رحمہم اللہ تعالیٰ أن الخضاب فی حق الرجال بالحمرة سنة وانه من سیماء المسلمین وعلاماتهم (عالمگیری کتاب الکراہت ص۳۵۹ ج۵) ترجمہ: مشائخ رحمہم اللہ نے اتفاق کیا ہے اس بات پر کہ سرخ خضاب مردوں کے حق میں سنت ہے اور یہ مسلمانوں کی خصوصیات میں سے ہے ۔اور در مختار میں ہے ویستحب للرجل خضاب شعره ولحیته ولو فی غیر حرب فی الاصح [1] واقره الشامی (ص۲۹۵ ج۵ کتاب الحظر والاباحة)

یہاں تک اس خضاب کا بیان تھا جو خالص سیاہ نہ ہو اور جو خضاب خالص سیاہ ہو اس کی تین صورتیں ہیں ایک باجماع جائز ہے اور ایک باجماع ناجائز ہے اور ایک مختلف فیہ ہے. جمہور کے نزدیک ناجائز اور بعض ائمہ کے نزدیک جائز.

پہلی صورت یہ ہے کہ سیاہ خضاب کوئی مجاہد و غازی بوقت جہاد لگائے تاکہ دشمن پر رعب ظاہر ہو یہ باجماع ائمہ و باتفاق مشائخ جائز ہے لما فی العالمگیریة: واما الخضاب بالسواد فمن فعل ذلك من الغزاة لیکون اهیب فی عین العدو فهو محمود منه،اتفق علیه المشایخ رحمهم الله تعالی [2] (عالمگیری کتاب الکراہیۃ باب ۲۰ ص۳۶۹ ج۵) ومثله فی ردالمحتار

(۱) ترجمہ: صحیح قول کے مطابق مستحب ہے مرد کے لئے خضاب اپنے بالوں اور ڈاڑھی کا علاوہ لڑائی کے موقع کے بھی ۱۲

(۲) ترجمہ لیکن خضاب بالسواد پس جس شخص نے غازیوں میں سے کیا تاکہ دشمنوں پر اس کی ہیبت طاری ہو تو یہ محمود ہے اتفاق کیا اس پر تمام مشائخ نے.

عن الذخیرة ص ۲۹۵ ج ۵)

دوسری صورت یہ ہے کہ کسی کو دھوکہ دینے کے لئے سیاہ خضاب کریں جیسے مرد عورت کو یا عورت مرد کو دھوکہ دینے اور اپنے آپ کو جوان ظاہر کرنے کے لئے ایسا کرے یا کوئی ملازم اپنے آقا کو دھوکہ دینے کے لئے کرے یہ باتفاق ناجائز ہے کیونکہ دھوکہ دینا علامات نفاق میں سے ہے اور کسی مسلمان کو دھوکہ دے کر اس سے کوئی کام نکالنا باتفاق حرام ہے ایک صحیح حدیث میں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا من غشنا فلیس منا والمکر والخداع فی النار، رواہ الطبرانی فی الکبیر والصغیر باسناد جید، وابن حبان فی صحیحه، وأبو داؤد فی مراسیله عن الحسن مرسلاً مختصراً قال المکر والخدیعة والخیانة فی النار[1] (ترغیب وترہیب للمنذری) نیز حدیث میں ہے المؤمنون بعضهم لبعض نصحة وان بعدت منازلهم وابدانهم[2] والفجرة بعضهم لبعض غششة یتخاونون وان اقتربت منازلهم وابدانهم رواہ الشیخ ابن حبان فی کتاب التوبیخ کذا فی الترغیب للمنذری نیز صحیح بخاری کی ایک حدیث کے بعض الفاظ یہ ہیں کہ من اعظم الفراء ان یدعی الرجل الی غیر ابیه ویری عینه مالم تره اوتقول علی رسول الله صلی الله علیه وسلم مالم یقل[3] (بخاری ص ۴۹۸ ج ۱)

---

(۱) ترجمہ: جو شخص ہمیں دھوکہ دے وہ ہم میں سے نہیں اور مکر و فریب جہنم میں ہے اور دوسری روایت میں ہے مکر و فریب اور خیانت جہنم میں ہے ۱۲

(۲) ترجمہ: نیک مسلمان آپس میں ایک دوسرے کے خیر خواہ ہوتے ہیں اگرچہ ان کے گھر اور بدن دور دور ہوں اور بدکار لوگ ایک دوسرے کو دھوکہ دینے والے ہیں کہ آپس میں خیانت کرتے ہیں اگرچہ ان کے گھر اور بدن قریب واقع ہوں ۱۲

(۳) ترجمہ: بڑا افترا یہ ہے کہ کوئی شخص اپنے باپ کے سوا کسی اور کی طرف اپنے نسب کو منسوب کرے اور آنکھ کو دھوکہ سے وہ چیز دکھائے جو واقع میں وہ نہیں دیکھتی یا رسول اللہ کی طرف ایسی بات منسوب کرے جو آپ نے نہیں فرمائی (بخاری)

یسری صورت یہ ہے کہ محض تزین کے لئے سیاہ خضاب کیا جائے تاکہ اپنی بی بی کو خوش کرے اس میں اختلاف ہے جمہور ائمہ و مشائخ اس کو مکروہ فرماتے ہیں اور امام ابو یوسفؒ اور بعض مشائخ جائز قرار دیتے ہیں۔ منع کرنے والوں کا استدلال صحیح مسلم کی حدیث ہے وبعض الفاظه: غیروا[1] هذا بشئ وجنبوه السواد (کذا من زاد المعاد ص ۱۴۷ ج ۲)

نیز صحیح میں حضرت ابن عباس سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یکون[2] قوم یخضبون فی آخر الزمان بالسواد ولا یریحون رائحة الجنة رواه ابو داؤد والنسائی وابن حبان فی صحیحه والحاکم قال صحیح الاسناد الخ (ترغیب وترہیب للمنذری) اور جائز رکھنے والے حضرات بعض صحابہ کے فتاوی اور تعامل سے استدلال کرتے ہیں اور حدیث مذکور میں یہ تاویل فرماتے ہیں کہ ممانعت اس صورت کے ساتھ مخصوص ہے جس میں تلبیس اور دھوکہ دینا مقصود ہو اور جن حضرات صحابہ سے سیاہ خضاب کرنا منقول ہے ان میں حضرت حسنؓ اور حضرت حسینؓ بھی ہیں۔ ابن جریر نے تہذیب الآثار میں اس کو نقل کیا ہے۔ کذا فی الزاد۔

نیز حدیث میں عثمان بن عفان اور عبد اللہ بن جعفر، سعد بن ابی وقاص عقبہ بن عامر مغیرۃ بن شعبۃ، جریر بن عبد اللہ، عمرو بن العاص رضی اللہ عنہم سے ایسا ہی نقل کیا ہے اور امام ابو یوسفؒ انھیں حضرات کے تعامل سے حجت اختیار کر کے فرماتے ہیں کما یعجبنی ان تتزین لی یعجبها ان اتزین لها (کراھیۃ شامی ص ۲۹۵ ج ۵) وفی العالمگیریة ومن فعل ذلك لیزین نفسه للنساء فیجیب الیهن فذلك مکروه وعلیه عامة المشایخ وبعضهم

(۱) ترجمہ: بالوں کی اس سفیدی کو کسی چیز سے بدل دو اور سیاہی سے اس کو بچاؤ ۱۲

(۲) ترجمہ: ایک قوم آخر زمانے میں سیاہ خضاب کرے گی اور جنت کی خوشبو اس کو نہ پہونچے گی ۱۲

جوز ذلك من غير كراهية وعن ابی یوسفؒ انه قال كما يعجبنى ان تتزين لى يعجبها ان اتزين لها كذا فى الذخيرة (عالمگیری ص ۷ ۳ ج ۵) اور جمہور مشائخ نے اصل احادیث مرفوعہ کو حجت بنا کر مذہب قرار دیا اور صحابہؓ مذکورین کے عمل کا یہ جواب دیا کہ ان حضرات کا خضاب خالص سیاہ نہ تھا بلکہ سرخ سیاہی مائل تھا، اور کیسے ہو سکتا ہے کہ حدیث کی ممانعت اور سخت وعید کے باوجود یہ حضرات اس کا خلاف کرتے اس لئے احتیاط عمل اور فتویٰ میں یہی ہے کہ خالص سیاہ خضاب غیر غازی کے لئے مکروہ ہے كما مرّ من العالمگيرية ورد المحتار والله سبحانه وتعالى اعلم۔

کتبہٗ

احقر محمد شفیع غفرلہٗ

خادم دار الافتاء دار العلوم دیوبند

۶ / ربیع الثانی ۱۳۵۱ھ

مسئلہ: سبالتین یعنی مونچھ کے کناروں کے بال بھی مونچھ ہی کا حکم رکھتے ہیں لیکن اگر ان کو باقی رکھا جائے تو وہ بھی جائز ہے، اسلاف سے خصوصاً حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ سے سبالتین رکھنے کا ثبوت ہے، حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ:

مسئلہ: گذاشتن سبالتین کہ عبارت است از موئے جانبین بروت باک ندارد و محدث دہلوی در شرح مشکوٰۃ می آرد لاباس بترک سبالتيه اھ (حکمت) لان ذلك لايستر الفم ولا يبقى فيه غمر الطعام۔

ترجمہ: سبالتین یعنی مونچھ کے دونوں جانب کے بالوں کو باقی رکھنے میں کوئی حرج نہیں، محدث دہلوی مشکوٰۃ کی شرح میں اس کے متعلق لاباس بہ لکھتے ہیں

(حکمت) کیونکہ وہ نہ تو منہ کو ڈھانکتے ہیں اور نہ اس میں کھانے کی چکناہٹ لگی رہتی ہے

امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

لاباس بترك سبالتيه وهما طرفا الشارب فعل ذلك عمرؓ وغيره (احياء علوم الدين)

سبالتین باقی رکھنے میں کوئی مضائقہ نہیں، حضرت عمرؓ اور دیگر حضرات نے سبالتین رکھے ہیں۔

مسئلہ: ڈاڑھی نکلنے کی عمر سے پہلے کانوں کے سامنے جو بال ہوتے ہیں وہ سر میں داخل ہیں قینچی سے ان کا کٹانا جائز ہے۔ (امداد ۴/ ۲۱۳)

مسئلہ: حلق کے بال مونڈنے کے بارے میں علامہ شامیؒ نے لکھا ہے:

ولا يحلق شعر حلقه[1] گلے کے بال نہ منڈے

عالمگیری میں بھی یہی لکھا ہے لیکن یہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا مذہب ہے اور حضرت امام ابویوسف رحمۃ اللہ علیہ سے مروی ہے کہ ان کے منڈانے میں کوئی حرج نہیں[2]

مسئلہ: ڈاڑھی خفیف ہو یعنی بالوں میں سے کھال نظر آتی ہو تو وضو میں کھال کا دھونا یعنی بالوں کی جڑوں تک پانی پہنچانا فرض ہے اور اگر ڈاڑھی گھنی ہو یعنی کھال نظر نہ آتی ہو تو ڈاڑھی کا جس قدر حصہ دائرہ وجہ (چہرہ کی گولائی) میں داخل ہے، یعنی اگر اس بال کو پکڑ کر نیچے کی طرف کھینچا جائے تو وہ چہرہ کی حدود (گولائی) سے باہر نہ ہو اس کا دھونا فرض ہے اور ڈاڑھی کا جس قدر حصہ حد چہرہ اور دائرۂ وجہ سے نیچے لٹکا ہوا ہو اس کا مسح کرنا سنت ہے[3]

لہذا ٹھوڑی پر اگنے والے بالوں کا دھونا فرض نہیں کیونکہ وہ اگتے ہی حد وجہ سے خارج ہو جاتے ہیں، البتہ رخساروں اور جبڑوں پر اگنے والے بالوں میں جو حد وجہ میں داخل ہوں ان کا دھونا فرض ہے۔

---

(۱) ردالمحتار ۵/ ۲۰۱ حظر واباحہ فصل بیع (۲) عالمگیری ج: ۵/ ۳۵۹ (۳) امداد الفتاویٰ ۱/ ۲۰۵

في الدر المختار وغسل جميع اللحية فرض (يعني عمليا) أيضاً على المذهب الصحيح المفتى به، المرجوع اليه، وما عدا هذه الرواية مرجوع عنه كما في البدائع ثم لاخلاف ان المسترسل لاتجب غسله ولا مسحه بل يسن وان الخفيفة التي ترى بشرتها يجب غسل ما تحتها كذا في النهر.

قال ابن عابدين: قوله ان المسترسل اى الخارج عن دائرة الوجه فسره ابن حجرفي شرح المنهاج بما لو مد من جهة نزوله لخرج عن دائرة الوجه وعلى هذا فالنابت على اسفل الذقن لايجب غسل شيء منه لانه بمجرد ظهوره يخرج عن حد الوجه لان ذلك جهة نزوله. وان كان لو مُدَّ الى الفوق لايخرج عن حد الجبهة و كذا النابت على اطراف الحنك من اللحية واما النابت على الخدين فيجب غسل ما دخل منه في دائرة الوجه دون الزائد عليها (۱/۹۳)

مسئلہ: ڈاڑھی گھنی ہو تو (احرام کی حالت کے علاوہ) غسل میں خلال کرنا واجب ہے اور وضو میں سنت ہے. خلال کے معنی ہیں ڈاڑھی کے نیچے ہاتھ ڈال کر بالوں کو بکھیر دینا. امام ابو یوسفؒ وضو میں خلال کو سنت فرماتے ہیں اور طرفین کے نزدیک مستحب ہے، ابراہیم حلبیؒ کا فیصلہ یہ ہے کہ:

"دلائل سے امام ابو یوسفؒ کے قول کی ترجیح معلوم ہوتی ہے لہٰذا وہی صحیح ہے" (شرح منیہ)

حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ جب وضو فرماتے تھے تو (تین مرتبہ چہرہ دھونے کے بعد) چلو میں پانی لے کر ٹھوڑی کے نیچے داخل کرتے اور اس سے ریش مبارک کا خلال فرماتے اور ارشاد فرماتے کہ:

هكـذا امرني ربي (رواہ ابو داؤد، بذل ۱:۸۶) مجھے میرے پروردگار نے ایسا ہی کرنے کا حکم فرمایا ہے.

حضرت عمار بن یاسرؓ کو خلال کرتے ہوئے دیکھ کر کسی نے سوال کیا کہ آپ خلال کرتے ہیں؟ آپ نے فرمایا: کیوں نہ کروں جبکہ میں رسول اللہ ﷺ کو خلال فرماتے دیکھ چکا ہوں؟(۱)

غسل میں خلال کرنا واجب اس لئے ہے کہ حدیث شریف میں فرمایا گیا ہے کہ "ہر بال کے نیچے جنابت کا اثر ہوتا ہے لہٰذا بالوں کو تر کرو اور کھال کو صاف کرو۔" (بذل ا:۸۷)

﴿نوٹ﴾ خلال ایک ہاتھ سے کرنا چاہئے لیکن اگر دونوں ہاتھوں سے کر لیا تو اس میں بھی کوئی حرج نہیں۔

مسئلہ: عذار (کنپٹی سے نیچے ڈاڑھی کے بالوں کی لکیر) اور کان کے درمیان جو جگہ بالوں سے خالی ہوتی ہے وضو میں اس کا دھونا بھی فرض ہے، اس میں لوگ بہت غفلت کرتے ہیں۔ فیجب ما بین العذار والاذن لدخوله فی الحدو به یفتی (در مختار)۔

انبیائے کرام کی چند اور سنتیں

امور فطرت صرف دس ہی نہیں ہیں، شیخ ابوبکر بن العربی مالکی رحمہ اللہ کی رائے تو یہ ہے کہ امور فطرت کا شمار تیس تک پہنچتا ہے(۲) جن میں سے دس کا بیان ہو چکا، اب دو اور سنتوں کا تذکرہ مناسب معلوم ہوتا ہے، کیونکہ آج کی زندگی میں ان کا جاننا بے حد ضروری ہے

⑪ ختنہ کرانا

ابوداؤد شریف میں حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ کی روایت بیان ہوئی

---

(۱) رواه الترمذی والحمیدی (۱:۸۱) وقال احمد فی مسنده (۱:۸۳) قال ابن عیینة: لم یسمع عبدالکریم من حسان حدیث التخلیل (۲) فتح الباری ۱۰/ ۲۸۳

ہے جس میں ختنہ کرانے کو "امور فطرت" میں شمار کیا گیا ہے۔[1]

اسی طرح حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت میں بھی اسے امور فطرت میں شمار کیا گیا ہے۔[2]

ختنہ کے معنی

ختنہ کے معنی ہیں: "مرد کے عضو مخصوص کی اس چمڑی کا کاٹنا جو سپاری کو چھپائے ہوئے ہوتی ہے۔ اَلْخِتَانُ: قَطْعُ الْقُلْفَةِ الَّتِیْ تُغَطِّیْ الحشفةَ من الرجل (اللؤلؤ والمرجان ۱/۶۵)

ختنہ کا حکم

فقہائے اسلام میں سے حضرت امام شافعی رحمہ اللہ ختنہ کرانا واجب کہتے ہیں حضرت امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ سے بھی ایک روایت وجوب کی وارد ہوئی ہے، لیکن صحیح روایت امام صاحب رحمہ اللہ سے یہ ہے ختنہ کرانا سنت مؤکدہ ہے اور شعائر اسلام سے ہے، مسلم اور غیر مسلم میں اس سے امتیاز ہوتا ہے اور اسی وجہ سے اسے "امور فطرت" میں شمار کیا گیا ہے، اجتماعی طور پر اس کے ترک کی بالکل گنجائش نہیں ہے، جیسے فرض نمازوں کے لئے اذان سنت مؤکدہ ہے لیکن چونکہ شعائر اسلام سے ہے اس لئے اجتماعی ترک کی ہرگز اجازت نہیں ہوسکتی۔

والاصل ان الختان سنة وهو من شعائر الاسلام وخصائصه فلو اجتمع اهل بلدة على تركه حاربهم الامام (درمختار ۵/۶۵۶)

حافظ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ نے فتح الباری (۱۰/۲۸۷) میں وجوب

---

(۱) بذل المجهود ۱/۳۴ (۲) رواه الجماعة، والامام البخاری خرجه فی کتاب اللباس فی باب قص الشارب ۱۲

کے دلائل پر مفصل بحث فرمائی ہے لیکن صحیح بات وہ ہے جو شوکانی رحمہ اللہ نے لکھی ہے کہ وجوب کے دلائل غیر تام ہیں اور حدیث فطرت سے اس کا سنت ہونا ہی معلوم ہوتا ہے پس اسی کو ماننا چاہئے.

والحق انه لم يقمْ دليل صحيح يدل على الوجوب والمتيقن السنة كما في حديث خمس من الفطرة ونحوه والواجب: الوقوف على المتيقن الى ان يقوم مايوجب الانتقال عنه اھ (نیل الاوطار ۱/۱۱۰)

مسئلہ: مستحب یہ ہے کہ جہاں سے سپاری کی ابتدا ہوتی ہے وہاں جڑ سے چمڑی کاٹی جائے المستحب أن تستوعب من اصلها عند اول الحشفة؛ قال النووي: هو المعتمد (فتح الباری ۱۰/۲۸۲)

مسئلہ: ختنہ کیا گیا مگر پوری چمڑی نہیں کٹی، تو غور کریں اگر ختنہ میں جس قدر چمڑی کٹنی چاہئے اس کے نصف سے زائد چمڑی کٹ چکی ہے تو ختنہ صحیح ہو گیا دوبارہ ختنہ کرانا ضروری نہیں اور اگر آدھی یا اس سے کم کٹی ہے تو دوبارہ ختنہ کرانا ضروری ہے.

ولو ختن ولم تقطع الجلدة كلها يُنظرُ، فان قطع اكثر من النصف كان ختانا وان قطع النصف فمادونه لايكون ختانا يُعْتَدُّ به، لعدم الختان حقيقة وحكماً (درمختار)

مسئلہ: ختنہ کی گئی، لیکن چمڑی پھر بڑھ گئی اور اس نے سپاری کو چھپالیا تو دوبارہ ختنہ کرائی جائے اور اگر چمڑی اتنی زیادہ نہ بڑھی ہو تو دوبارہ ختنہ کرانا ضروری نہیں. (عالمگیری)

مسئلہ: کوئی بچہ ایسا پیدا ہوا کہ اس کا حشفہ (سپاری) کھلا ہوا ہے یعنی اس پر کھال نہیں ہے، دیکھنے والے کو وہ ختنہ شدہ معلوم ہوتا ہے اور چمڑی اس قدر کم ہے کہ کاٹی نہیں جاسکتی یا کھینچنے اور کاٹنے سے کافی تکلیف ہوگی تو اس کے ختنہ

کی ضرورت نہیں۔

صبیٌ حشفته ظاهرة بحيث لو راه انسان ظنه مختونا ولا تقطع جلدة ذكره الابتشديد المه، ترك على حاله در مختار (۵/۶۵۲)

﴿نوٹ﴾ لیکن ایسا کبھی کبھار ہوتا ہے، عموماً ایسا ہوتا ہے کہ سپاری کا کچھ حصہ کھلا ہوا ہوتا ہے تو یاد رہے کہ ایسے بچہ کی ختنہ کرانا ضروری ہے۔ قال ابو شامة: وغالب من يكون كذلك لايكون ختانه تاما بل يظهر طرف الحشفة، فان كان كذلك وجب تكميله (نیل الاوطار ۱/۱۰۸، فتح الباری ۱۰/۲۵۶)

مسئلہ: اگر کوئی شخص بڑی عمر میں مسلمان ہوا یا کوئی بچہ بالغ ہو گیا اور کسی وجہ سے اب تک اس کی ختنہ نہیں ہو سکی اور مسلمان ماہر ڈاکٹر کی رائے یہ ہے کہ یہ شخص ختنہ کی تکلیف بوڑھے ہونے کی وجہ سے یا کمزور ہونے کی وجہ سے برداشت نہیں کر سکتا اور ہلاکت کا اندیشہ ہے تو ختنہ نہ کرانا چاہئے۔

شيخ أسلم، وقال اهل النظر: لايطيق الختان ترك ايضاً (در مختار)

ان بلغ وكان نضوا نحيفاً يُعلَمَ من حاله انه اذا ختن تلف، سقط الوجوب (فتح الباری ۱۰/۲۸۹) وقال المحدث الكبير، العلامة الكشميري: لاآمر به البالغ فانه يؤذى كثيرا، وربما يفضي الى الهلاك (فیض الباری ۴/۳۱۳)

مسئلہ: ختنہ کتنی عمر میں کیا جائے؟ اس سلسلہ میں کوئی خاص وقت متعین نہیں ہے نہ ہی فقہائے کرام کے ارشادات کسی ایک بات پر متفق ہیں اور نہ تقریبی اتفاق پیدا کرنے کی کوئی صورت ہے، امام اعظم ابو حنیفہ رحمہ اللہ سے اس سلسلہ میں پوچھا گیا تو آپ نے لاعلمی کا اظہار فرمایا، نہ ہی اس سلسلہ میں حضرات صاحبین رحمہما اللہ سے کوئی بات مروی ہے (در مختار)

البتہ دو باتوں کا خیال رکھا گیا ہے اول یہ کہ بلوغ سے پہلے ختنہ ہو جانا چاہئے

دوم یہ کہ بچہ میں ختنہ کی تکلیف برداشت کرنے کی سکت پیدا ہو جانی چاہئے۔

وروقته غير معلوم وقيل : العبرة بطاقته، وهو الأشبه (در مختار) أما قبل البلوغ فلا توقيت فيه، وهو المروى عن الامام (فیض الباری ۴/۴۱۳)

﴿فائدہ﴾ بچہ کے پیدا ہوتے ہی یا جلد ختنہ کرا لینے میں بڑا فائدہ ہے کیونکہ جوں جوں عمر بڑھتی ہے چمڑی سخت ہوتی جاتی ہے اور ختنہ میں تکلیف زیادہ ہوتی ہے اس لئے تاخیر نہ کرنا چاہئے۔

قال ابو الفرج السرخسي: في ختان الصبي، وهو صغير، مصلحة من جهة أن الجلد بعدالتميز يغلظ ويخشن، فمن ثَمَّ جوز الائمة الختان قبل ذلك (فتح الباری ۱۰/۲۸۹)

ایک ضعیف روایت میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ پیدائش سے ساتویں دن ختنہ کرانا سنت ہے اور ایک دوسری روایت میں ہے کہ حضرات حسنین رضی اللہ عنہما کا ختنہ حضور پاک ﷺ نے ساتویں دن کرایا۔

امام مالک رحمہ اللہ سے اس حدیث کے متعلق پوچھا گیا تو ارشاد فرمایا: لاادری (مجھے اس حدیث کے متعلق کوئی علم نہیں ہے) لیکن آپ نے یہ بھی فرمایا کہ ختنہ پاکی ہے اس لئے جس قدر جلد کرالے اچھا ہے۔ امام نووی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ مستحب یہ ہے کہ ساتویں دن ختنہ ہو جائے[1]

ایک مسند لیکن غریب روایت میں ہے کہ آنحضور ﷺ کا ختنہ، آپ کے دادا عبدالمطلب نے ساتویں دن کرایا اور محمد نام رکھا۔[2]

آج کل تو ختنہ کرانا بہت آسان ہو گیا ہے اچھی اچھی دوائیں تیار کرلی

(۱) تمام روایات فتح الباری (۱۰/۲۸۹) اور نیل الاوطار (۱/۲۸۶) سے ماخوذ ہیں ۱۲

(۲) زاد المعاد (۱/۲۰) آنحضور ﷺ کے بارے میں صحیح قول یہی ہے کہ آپ غیر مختون پیدا ہوئے تھے قال بعض المحققين من الحفاظ: الاشبه بالصواب انه لم يولد مختونا (شامی ۵/۶۵۷)

گئی ہیں، نئے نئے طریقے معلوم ہو گئے ہیں اس لئے اچھا یہی ہے کہ لاشعوری کے زمانہ ہی میں ختنہ کرالیا جائے اس صورت میں بچہ کی حفاظت بھی آسان ہوتی ہے اور زخم بھی جلد مندمل ہو جاتا ہے اور جب بچہ سیانا ہو جاتا ہے تو حفاظت بھی دشوار ہوتی ہے اور زخم بھی دیر میں بھرتا ہے بہر حال جلد ختنہ کرالینے میں بڑا فائدہ ہے(۱)

مسئلہ: عورت کا ختنہ کرانا سنت نہیں ہے، البتہ چونکہ عورت کا ختنہ شدہ ہونا مرد کے لئے لذت بخش ہے اس لئے اسے پسند کیا گیا ہے۔ ختان المرأة ليس سنة، بل مكرمة للرجال وقيل: سنة (در مختار) قوله: بل مكرمة للرجال أي الذ في الجماع (شامی) وقد ورد في الحديث: ختان الرجل سنة، وختان النساء مكرمة رواه احمد والبيهقي، والحديث يدور على حجاج بن أرطاة، وهو ليس ممن يحتج به (نیل الاوطار ۱/۱۱۰) الا أن له شاهدا (فتح الباری ۱۰/۲۸۷)

مسئلہ: لڑکے کے ختنہ کے وقت معمولی دعوت کرلی جائے تو کوئی مضائقہ نہیں البتہ لڑکی کے ختنہ میں اس کی اجازت نہیں، مسند احمد بن حنبل میں روایت ہے کہ حضرت عثمان بن ابی العاص رضی اللہ عنہ کو کسی نے ختنہ کی دعوت میں بلایا تو آپ نے تشریف لے جانے سے انکار فرمادیا اور ارشاد فرمایا کہ "ہم لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں کبھی ختنہ کی دعوت میں نہیں جاتے تھے"

ابوالشیخ نے اس روایت میں یہ اضافہ کیا ہے کہ یہ واقعہ لڑکی کے ختنہ کا تھا۔ (فتح الباری ۱۰/۲۸۹)

البتہ آج کل جو دعوتوں کا اہتمام ہوتا ہے اور جس کے لئے بڑے بڑے لمبے

---

(۱) قال العلامة انور شاه الكشميري: الاحسن عندي ان يعجل فيه ويختن قبل سن الشعور فانه ايسر (فیض الباری ۴/۳۱۳)

چوڑے انتظامات کیے جاتے ہیں اور لوگوں کو آدمی اور خطوط بھیج کر بلایا جاتا ہے اور جمع کیا جاتا ہے یہ بالکل خلاف سنت ہے (اصلاح الرسوم ص ۲۷)

تیز ختنہ کے موقع پر نیوتا، بھات اور راگ ناچ لغو رسمیں ہیں اور سراسر تعلیمات اسلام کے خلاف ہیں (اصلاح الرسوم)

(۱۴) مانگ نکالنا

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت میں فرق (مانگ نکالنے) کو بھی "امور فطرت" میں شمار کیا گیا ہے (بذل ۱/ ۳۴) رسول مقبول ﷺ کی عادت شریفہ شروع میں اہل کتاب کی موافقت میں مانگ نہ نکالنے کی تھی لیکن بعد میں بحکم الٰہی آپ ﷺ مانگ نکالا کرتے تھے، لیکن اس کا بہت زیادہ اہتمام نہیں ہوتا تھا، ہند بن ابی ہالہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ:

إن انفرقت عقیقته فرق والا فلا (شمائل ترمذی)

ترجمہ: اگر بسہولت مانگ نکل آتی تو نکال لیتے اور اگر کسی وجہ سے بسہولت نہ نکلتی اور کنگھی وغیرہ کی ضرورت ہوتی تو اس وقت نہ نکالتے کسی دوسرے وقت جب کنگھی وغیرہ موجود ہوتی نکال لیتے (خصائل نبوی ص ۱۰)

بہر حال مانگ نکالنا مستحب ہے (فتح الباری ۱۰/ ۳۰۵) اور حضور پاک ﷺ ناک کے مقابل مانگ نکالتے تھے آج کل جو دائیں بائیں مانگ نکالنے کا طریقہ رائج ہے وہ اسلامی نہیں ہے۔ عورتوں کو بھی اسی طرح درمیان سر میں مانگ نکالنا چاہیے۔

بالوں کے احکام

بالوں کی وضع قطع سے متعلق اسلام نے واضح احکامات دیے ہیں، جو ذیل میں درج کیے جاتے ہیں۔

مسئلہ: نرمۂ گوش تک یا اس سے کسی قدر نیچے تک پورے سر پر بال رکھنا سنت ہے اور اگر سر منڈوائے تو پورا سر منڈوانا سنت ہے اور پورے سر کے بال مساوی کتروانا بھی درست ہے۔

إن السنة فى شعر الرأس إما الفرق أو الحلق وذكر الطحاوى ان الحلق سنة (شامی وعالمگیری)

مسئلہ: قینچی یا مشین سے سر کے تمام بال مساوی طور پر کتروانا جائز ہے۔

مسئلہ: اگر بال بہت بڑھالئے تو عورتوں کی طرح جوڑا باندھنا درست نہیں

ويرسل شعره من غير أن يفتله، وإن فتله فذلك مكروه (شامی وعالمگیری)

البتہ بالوں کے دو تین حصے کرکے ہر حصہ کو بغیر بٹے ہوئے پیچ دے کر گول کر لینا تاکہ منتشر نہ ہوں، جائز ہے اور حضور پاک ﷺ سے ثابت ہے، حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی ہمشیرہ حضرت ام ہانی رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ حضور پاک ﷺ ہجرت کے بعد ایک مرتبہ مکہ تشریف لائے۔ اس وقت آپ ﷺ کے بال مبارک چار حصے مینڈھیوں کے طور پر ہو رہے تھے (شمائل ترمذی)

حضرت اقدس شیخ الحدیث جناب مولانا محمد زکریا صاحب قدس سرہ مذکورہ حدیث کی شرح فرماتے ہوئے ارقام فرماتے ہیں:

"مردوں کے لئے عورتوں کی طرح مینڈھیاں مکروہ ہیں اس حدیث میں مینڈھیوں سے وہی مراد لی جاویں جس میں تشبہ نہ ہو، کہ تشبہ کی حضورؐ نے خود ہی ممانعت فرمائی ہے۔" (خصائل نبوی ص ۲۶)

بہر حال اس کا خیال رکھنا ضروری ہے کہ عورتوں کے ساتھ مشابہت نہ ہونے پاوے، امام ابوداؤد رحمہ اللہ نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت ذکر فرمائی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اس مرد پر لعنت فرمائی ہے جو عورتوں کا لباس پہنتا ہے، اور اس عورت پر لعنت فرمائی ہے جو مردانہ لباس پہنتی ہے امام

ابو داؤد ہی نے یہ بھی روایت بیان فرمائی ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا گیا کہ ایک عورت (مردانہ) جوتہ پہنتی ہے (اس کے بارے میں شرعی حکم کیا ہے؟) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے ارشاد فرمایا کہ حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے مردانی عورتوں پر لعنت فرمائی ہے یعنی عورتوں کو مردانہ جوتا نہیں پہننا چاہیے، بلکہ وہ تمام باتیں جن سے مردوں اور عورتوں میں امتیاز ہوتا ہے ایک کو دوسرے کی وضع اختیار کرنے سے روکا گیا ہے کیونکہ ہر نوع اور ہر صنف کی اللہ پاک نے اس طرح تخلیق فرمائی ہے کہ اس نوع کی مقتضیات اس میں ظاہر ہوں مثلاً مردانہ پن کا اثر ڈاڑھی اور زنانہ پن کا اثر ناز نخرے، حسن و نزاکت دونوں صنفوں میں فطری طور پر ظاہر ہوتے ہیں اور شریعت مطہرہ اس بات کو پسند نہیں کرتی کہ کسی نوع میں اس کے اصلی مقتضیات کی اضداد پیدا ہوں اور اسی لئے ان اضداد کے اختیار کرنے والوں پر لعنت فرمائی گئی ہے (حجۃ اللہ البالغہ ۲/ ۵۴۳)

لہٰذا عورت کا سر کے بال کٹانا، مردانہ لباس اور مردانہ جوتا پہننا اور مردانہ چال چلنا ممنوع ہے، اسی طرح مرد کے نوعی مقتضیات میں ڈاڑھی ہے، لہٰذا اسکا مونڈنا بھی لعنت کا مستحق بنادیتا ہے.

مسئلہ: عورت کا سر منڈانا یا بال کتروانا حرام ہے اور مستحق لعنت بنادیتا ہے. **قطعت شعرها اثمت ولعنت** (شامی) البتہ علاج کی ضرورت سے بال منڈانا جائز ہے مثلاً عورت دوران سر کی وجہ سے بال منڈانے پر مجبور ہوجائے تو جائز ہے.

المرأة اذا حلقت راسها، إن كان لوجع اصابها لاباس به

(خلاصۃ الفتاوی ۴/ ۳۷۷)

مسئلہ: بوڑھی بیوہ عورت جس کو بڑھاپے کی وجہ سے زینت کی ضرورت نہ رہی ہو اگر وہ اپنے سر کے بال کچھ کم کرلے تو اس کی گنجائش ہے، اسی طرح

کے بالوں کو بھی قدرے کم کرالینا جائز ہے، حضرات امہات المومنین رضوان اللہ علیہن کا عمل اسی پر محمول ہے۔ قالت عائشةؓ : کانت ازواج النبی صلی اللہ علیہ وسلم یاخذن من رؤسھن،حتی تکون کالوفرۃ اخرجہ الخمسۃ إلاالترمذی،وھذا لفظ الشیخین، والوفرۃ: ان یبلغ شعر الرأس إلی شحمۃ الاذن.

لیکن یہ بات بالکل فراموش نہ ہونی چاہئے کہ یہ اجازت مذکورہ بالا وجوہ ہی کی وجہ سے ہے، آج کل جو فیشن چل پڑے ہیں ان کے مطابق بال کم کرانا قطعاً جائز نہیں، نہ بچیوں کے نہ بیویوں کے، اور اللہ پاک دل کے چور کو بھی جانتے ہیں۔

مسئلہ: گدی کے بال لینا منع ہے فقہائے کرام نے مکروہ فرمایا ہے (صفائی معاملات) البتہ گردن کے بال لینا جائز ہے، کان کی لو سے نیچے گردن کے بال ہوتے ہیں اور اس سے اوپر گدی کے بال ہوتے ہیں یا یوں سمجھئے کہ سال دو سال کے بچے کے بال عموماً جہاں تک ہوتے ہیں وہاں تک گدی کا حصہ ہے اور بڑے ہو جانے پر جو نیچے بال اگ آتے ہیں وہ گردن کے بال ہیں، لہٰذا پٹھے رکھنے والوں کو گردن کے بال لینا جائز ہے گدی کے بال لینا مکروہ ہے اس لئے اہتمام سے کان کی لو تک ہی بال کٹوانے چاہئیں اس سے اوپر نہیں کٹوانے چاہئیں۔

مسئلہ: انگریزی طرز کے طرح طرح کے فیشن والے بال جو آج کل لوگ کٹایا کرتے ہیں وہ سب اسلامی طریقے کے خلاف ہیں لہٰذا اس سے بچنا چاہئے، اگرچہ قزع (پان بنوانا، بابری رکھنا) کے تحت تو نہیں آتے اس لئے حرام تو نہیں ہیں لیکن مکروہ ضرور ہیں۔ (بہشتی زیور حصہ ۶ ص ۶ در حاشیہ)

مسئلہ: بابری رکھنا یعنی بیچ میں سے سر کھلوانا منع ہے کیونکہ حضور پاک ﷺ نے قزع سے منع فرمایا ہے، قزع کے لغوی معنی ہیں "آسمان میں منتشر بادلوں کا

ٹکڑا" (معالم السنن خطابی ۴/۲۱۱) اور اس کے مرادی معنی ہیں "کہیں سے سر منڈوانا اور کہیں سے چھوڑ دینا"۔ عن ابن عمر قال سمعت رسول الله صلی الله علیه وسلم ینهی عن القزع، قال: یحلق بعض رأس الصبی ویترك البعض (متفق علیه)

مسلم شریف کی حدیث میں ہے کہ آپ ﷺ نے ایک بچہ کو دیکھا جس کا کچھ سر منڈوایا گیا تھا اور کچھ چھوڑ دیا گیا تھا تو آپ ﷺ نے ایسا کرنے سے روکا اور فرمایا کہ یا تو پورا سر منڈوادو یا سارے سر کے بال رہنے دو

(مشکوۃ شریف ص ۳۲۴)

بعض دیہاتی پیشانی کو خط کی طرح پر بنواتے ہیں اور سر کے دونوں جانب نوکیں نکلواتے ہیں یہ بھی قزع ہے اور منع ہے۔

مسئلہ: اگر مرد کے بڑے بڑے بال ہوں تو چوٹی باندھ کر نماز پڑھنا مکروہ ہے، آنحضور ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے کہ مجھے حکم دیا گیا ہے کہ سات اعضا سے سجدہ کروں اور بالوں اور کپڑوں کو روکے نہ رکھوں۔

(رواہ الامام ابوداؤد بذل ۲/۸۴)

حضرت حسن رضی اللہ عنہ ایک بار بال باندھ کر نماز پڑھ رہے تھے، حضرت ابورافع رضی اللہ عنہ نے دیکھ کر نماز ہی میں ان کے بال کھول دیئے نماز کے بعد حضرت حسن رضی اللہ عنہ کے پوچھنے پر انہوں نے بتایا کہ اس طرح بال باندھ کر نماز پڑھنے سے منع کیا گیا ہے۔

دل الحدیث علی ذم وکراهة صلاة الرجل معقوص الشعر، وبه قال الحنفیة، سواء تعمده للصلوة أم لا، وقال مالك: محل الکراهة اذا فعل ذلك للصلوة (المنهل ۵/۳۶)

مسئلہ: بال باندھ کر نماز پڑھنے کی کراہت کا حکم مردوں کے ساتھ خاص ہے

عورتوں کے لئے اولیٰ اور مستحب یہ ہے کہ وہ بال باندھ کر نماز پڑھیں تاکہ نماز میں بالوں کے کھل جانے کا اندیشہ اور خدشہ نہ رہے کیونکہ عورت کے ایک چوتھائی بال اگر نماز میں کھل گئے اور ایک رکن ادا کرنے کی مقدار یعنی تین بار سبحان اللہ کہہ سکیں اتنی دیر کھلے رہے تو اس کی نماز فاسد ہو جائے گی۔

الكراهة مختصة بالرجال، دون النساء لأن شعرهن عورة يجب ستره في الصلوة فاذا نقضته استرسل وربما تعذر ستره، فيؤدى إلى بطلان صلاتها (المنہل ۵/۳۷)

نیز حدیث میں معقوص الشعر (بال باندھ کر) نماز پڑھنے کی کراہت کا حکم مرد کی تخصیص کے ساتھ دیا گیا ہے، ابن ماجہ کی روایت کے الفاظ یہ ہیں:

قال ابو رافع للحسن: نهى رسول الله صلى الله عليه وسلم ان يصلى " الرجل " وراسه معقوص.

طبرانی اور عبد الرزاق کے الفاظ یہ ہیں:

نهى رسول الله صلى الله عليه وسلم ان يصلى "الرجل" وراسه معقوص.

مسئلہ: دونوں ابروکی قدر لے لینا اور انھیں درست کرنا جائز ہے۔ ولا باس باخذ الحاجبين وشعر وجهه مالم يشبه المخنث

(شامی ۵/۳۵۸، عالمگیری ۴/۳۲۹، بہشتی زیور ۱۱/۱۱۵)

مسئلہ: کان کے بال لینا بھی درست ہے حضور پاک علیہ السلام کا بدن مبارک پر "نورہ" استعمال فرمانا مروی ہے (نیل الاوطار ۱/۱۲۵ باب الاطلاء بالنورة)

حضرت اقدس جناب مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی قدس سرہ نے اس سے استدلال فرماکر سینہ اور پنڈلی وغیرہ کے بال صاف کرنے کی اجازت بیان فرمائی ہے (فتاوی رشیدیہ) اور کان کے بال بھی اسی قبیل سے ہیں لہٰذا ان کا دور

کرنا بھی درست ہے. واللہ اعلم بالصواب.

ڈاڑھی اور طرح طرح کی باتیں

آج کل دین سے اس قدر بے پروائی اور نگاہوں میں دین کی اس قدر بے وقعتی ہوگئی ہے کہ دینی باتوں کے متعلق لوگ جو منہ میں آئے تبصرہ کر گزرتے ہیں، بچاری ڈاڑھی کا بھی کچھ ایسا ہی حشر ہوا ہے، لوگ اس کے بارے میں طرح طرح کے ریمارکس کرتے ہیں، درحقیقت وہ لوگ اپنی جبلت وفطرت سے مجبور ہیں انہوں نے اپنی جو عادت اور خصلت ماحول کے اثرات سے بنالی ہے اور دجالی فتن سے متاثر ہوکر جس فطرت وجبلت کو اپنے درون میں جنم دے لیا ہے اس کے پیش نظر وہ ڈاڑھی پر طرح طرح کے ریمارکس کرنے پر مجبور ہیں اب انہی باتوں کے جوابات پیش خدمت ہیں، اس امید سے کہ ان کو پڑھ کر لوگ دین فطرت کی طرف رخ پھیریں اور صراط مستقیم پر گامزن ہونے کی سعادت حاصل کریں۔

(۱) جیسا دیس ویسا بھیس

بعض حضرات کہتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے قومی اور ملکی رواج کے درجہ میں ڈاڑھی رکھی تھی اور اب چونکہ رواج بدل گیا ہے یعنی ڈاڑھی منڈولنے کا رواج ہوگیا ہے اس لئے جیسا دیس ویسا بھیس. اب ڈاڑھی رکھنا عیب ہے.

میرے بھائیو! آپ حضرات کا یہ خیال صحیح نہیں ہے بلکہ اہل عرب کا ڈاڑھی رکھنا اس لئے تھا کہ ملت ابراہیمی کے چند بقایا احکام جو ان میں باقی رہ گئے تھے ان میں ڈاڑھی رکھنا بھی تھا جس طرح وہ حج کرتے تھے بیت اللہ کا احترام بھی ان میں پایا جاتا تھا، ختنہ بھی کراتے تھے تو یہ سب ملت ابراہیمی کے احکام تھے جو کسی نہ کسی صورت میں باقی رہ گئے تھے۔

علاوہ بریں رسول اللہ ﷺ نے ڈاڑھی اس لئے نہیں رکھی تھی کہ وہ ملک کا رواج تھا بلکہ اس لئے رکھی تھی کہ وہ ملت ابراہیمی کی باقی ماندہ سنت تھی، نیز اللہ پاک نے آپ ﷺ کو اس کا حکم بھی دیا تھا طبقات ابن سعد میں یہ حدیث منقول ہے کہ:

أمرني ربي باعفاء لحيتي وقص شواربي — میرے رب نے مجھے ڈاڑھی بڑھانے اور مونچھیں کتروانے کا حکم دیا ہے۔

اور صحیح مسلم میں حضرت ابن عمرؓ سے مروی ہے کہ:

إنه أمر باحفاء الشوارب واعفاء اللحى. (مسلم، ابو داؤد حدیث نمبر ۴۱۹۹) — حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مونچھیں کتروانے اور ڈاڑھیاں بڑھانے کا حکم دیا ہے۔

پہلی حدیث اس بات کی صریح دلیل ہے کہ آنحضرت ﷺ ڈاڑھی بڑھانے اور مونچھیں ترشوانے کے لئے اپنے رب کی طرف سے مامور تھے، اور دوسری حدیث سے معلوم ہوا کہ ہم ان دونوں باتوں کے بارگاہ رسالت سے مامور ہیں لیکن آپ حضرات تو فرماتے ہیں کہ ملکی رواج کی بنا پر رکھی تھی، فیا للعجب! (ڈاڑھی کی قدر و قیمت ص ۳۷)

علاوہ بریں اسلام کا کام رواج کی پیروی کرنا نہیں ہے بلکہ اس کو مٹانا ہے اگر اسلام بھی رواج کے بہاؤ پر بہہ جائے اور "بت شکن" ہی "بت ساز" بن جائے تو پھر "کجا ماند مسلمانی"؟!

آپ کے اجتہاد کا حاصل تو یہ نکلے گا کہ نبی جب دنیا میں آتے ہیں تو ملکی و قومی رواج پر عمل کرتے ہیں اور جب دنیا سے تشریف لے جاتے ہیں تو رواج کو اپنا قائم مقام بنا جاتے ہیں اور امت سے کہہ جاتے ہیں کہ جیسے جیسے رواج بدلے ویسے ویسے تم بھی بدلتے رہنا گویا ساری شریعت کا حاصل

صرف ایک فقرہ ہے کہ "جیسا دیس ویسا بھیس"

ع ناطقہ سر بگریباں ہے کہ اسے کیا کہیے ؟!

(۲) اچھے کام کرو اور جو چاہو سو پہنو

کسی بزرگ کا مقولہ ہے کہ "در عمل کوش وہر چہ خواہی پوش" یعنی دین پر عمل کرتے رہو اور جو چاہو پہنو اس سے بھی بعض حضرات استدلال کرتے ہیں کہ ظاہری ہیئت کی کوئی خاص اہمیت نہیں ہے، حالانکہ وہ اس مقولہ کے معنی ہی نہیں سمجھے، اس کے معنی یہ ہیں کہ حدود شرع میں رہ کر جو چاہو کھاؤ، پیو، پہنو، اوڑھو اور عمل میں مشغول رہو، یعنی اسلام نے نہ دنیا سے متمتع ہونے سے منع کیا نہ رہبانیت (ترک دنیا) کی تعلیم دی، بلکہ اسلام نے تو رہبانیت سے صراحۃً منع فرمادیا ہے۔ حدیث میں ہے کہ:

لَا رَھْبَانِیَّۃَ فِی الْاِسْلَامِ[1] رہبانیت (ترک دنیا) اسلام میں نہیں

قرآن پاک میں ارشاد ربانی ہے کہ:

قُلْ مَنْ حَرَّمَ زِیْنَۃَ اللّٰہِ الَّتِیْٓ اَخْرَجَ لِعِبَادِہٖ وَالطَّیِّبٰتِ مِنَ الرِّزْقِ. 7:32 — اللہ جل شانہ نے جو آرائش اور پاکیزہ رزق اپنے بندوں کے لئے پیدا فرمایا ہے اسے کس نے حرام ٹھہرادیا ہے ؟!

کسی نے نہیں۔ تم اللہ پاک کی ہمہ قسم کی نعمتوں سے فائدہ اٹھاؤ، البتہ منشأ تخلیق کو نہ بھولو، اور وہ مقصد ہے عبادت الٰہی۔ اللہ پاک کا ارشاد ہے:

وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِیَعْبُدُوْنِ — جن وانس کو میں نے عبادت ہی کی غرض سے پیدا کیا ہے۔

اس لئے مذکورہ مقولے سے یہ استدلال کرنا کہ اسلام میں ظاہری شکل

(۱) قال ابن الحجر لم اره بهذا اللفظ ولكن ورد في معناه (فتح ۹/۹٦)

وصورت کے لئے کوئی تعلیم موجود نہیں ہے ہرگز صحیح نہیں اگر کوئی باغی سلطان سے کہے کہ میں دل سے آپ کا مطیع وفرمانبردار ہوں اور ظاہر کی درستگی کی چنداں ضرورت نہیں، یا کوئی شخص کسی مجلس میں بول وبراز میں کپڑوں کو آلودہ کرکے آبیٹھے اور جب اس کو ملامت کریں اور غسل اور تبدیل لباس کو ضروری قرار دیں تو وہ یہی کہہ دے کہ میرا باطن پاک وصاف ہے اور ظاہر کی درستگی کی چنداں ضرورت نہیں تو کیا بادشاہ یا اہل مجلس اس عذر کو قبول فرمالیں گے ؟! اگر نہیں قبول کریں گے اور یقیناً نہیں قبول کریں گے تو اہل شرع اس عذر کو کیوں قبول کرلیں. (امداد الفتاوی ۴/ ۲۱۲)

③ باغ کی دیوار تزئین کی محتاج نہیں!

کچھ منچلے کہتے ہیں کہ ظاہری آرائش کی کیا حاجت ہے؟ باطن کی اصلاح کافی ہے، دیکھئے شاعر کہتا ہے ؎

نباشد اہل باطن درپئے آرائش ظاہر
بنقاش احتیاجے نیست دیوار گلستان را

ترجمہ: صاحب دل، ظاہری ٹیپ ٹاپ کے درپے تھوڑے ہوتے ہیں! باغ کے گل وگلزار ہی زیب وزینت کے لئے کافی ہیں، دیوار میں گل کاری کی کیا حاجت ہے؟!

جواب: الکلمة حق ارید بها الباطل (بات تو صحیح ہے مگر مطلب غلط اخذ کیا گیا ہے) باغ کی دیوار میں گل کاری کی حاجت نہیں ہے لیکن دیوار کی تو حاجت ہے؟! اگر دیوار ہی نہ ہو تو اس باغ کا خدا حافظ!

ڈاڑھی اور اسی طرح کے تمام شعائر مؤمن کے لئے دیوار کی مثال ہیں جو اس کے ”ملی وجود“ کی حفاظت کرتے ہیں.

ظاہری ٹیپ ٹاپ کی تو اسلام نے خود ہی ممانعت فرمائی ہے حدیث شریف میں حضور ﷺ نے روزانہ تیل کنگھی کرنے سے منع فرمایا ہے اور گاہے گاہے تیل کنگھی کرنے کا حکم فرمایا ہے۔

اس حدیث کے معنی علمائے کرام نے یہی لکھے ہیں کہ حضور پاک ﷺ کے فرمان کا مطلب یہ ہے کہ مومن کو ہر وقت ٹیپ ٹاپ اور زیبائش کے پیچھے دیوانہ نہیں بنا رہنا چاہئے، حسب ضرورت اس کی طرف توجہ دینی چاہئے۔

بہرحال ڈاڑھی دیوار گلستاں کی گل کاری نہیں ہے بلکہ خود دیوار ہے اس کے بغیر مومن کے "باغ ملت" کی حفاظت ہی مشکل ہے۔

(۴) کیا ڈاڑھیل دھوکہ باز ہوتا ہے؟

بعض حضرات کہتے ہیں کہ ڈاڑھی والے مکار ہوتے ہیں اور دھوکہ دینے کے لئے ثقہ صورت بنا کر سامنے آتے ہیں۔

جواب: معلوم ہوا کہ دل آپ کا بھی گواہی دیتا ہے بلکہ بے اختیار زبان بھی اس کا اقرار کرتی ہے کہ ثقہ ہونے میں ڈاڑھی کو بڑا دخل ہے اور جیسے کسی کے روزہ، نماز اور حج سے کوئی دھوکہ کھاتا ہے اسی طرح ڈاڑھی سے بھی دھوکہ کھاتا ہے مگر میرے عزیزو! یہ تو بتاؤ کہ بیچاری ڈاڑھی کو دھوکہ دینے میں کیا دخل ہے؟ جس شخص میں مکاری اور دھوکہ دہی کا اخلاقی عیب موجود ہوگا وہ تو ڈاڑھی منڈائے گا تب بھی دھوکہ دے گا۔

آنحضرت ﷺ کے زمانہ میں بھی ایسے لوگ موجود تھے جو منافقانہ اسلام لائے تھے اور مسلمانوں کو ان سے دھوکہ ہوتا تھا مگر ان کے خداع و مکر کی وجہ سے یہ نہیں کہا جا سکتا کہ مسلمان دھوکہ باز منافق ہوتے ہیں بلکہ یوں کہا جائے گا کہ بعض دھوکہ باز بھی مسلمان بن جایا کرتے ہیں اسی طرح یوں نہ فرمایئے کہ ڈاڑھی والے مکار ہوتے ہیں کہ اس کا اثر عیاذاً باللہ حضرات انبیا

تک پہنچتا ہے ہاں یوں فرمائیے کہ بعض دھوکہ باز بھی ڈاڑھی رکھا کرتے ہیں مگر اچھی چیز تو بہر حال اچھی ہے کیسے ہی برے کے پاس کیوں نہ چلی جائے۔

آپ حضرات سے تو یہ عرض ہے کہ وہ مکار ہے تو آپ تو ماشاء اللہ ذکی ہیں، آپ دھوکہ نہ کھائیے اور اس کی چال میں ہرگز نہ آئیے، مگر بے قصور ڈاڑھی پر تو الزام نہ لگائیے، بلکہ دعا کیجئے کہ اس تشبہ بالانبیاء کی برکت سے حق تعالیٰ مسلمان بھائی کو اخلاص نصیب فرمائے اور اے کاش وہ یہی سمجھ کر مکاری سے باز آجائے کہ "بدنام کنندۂ نیکو ناماں" بن رہا ہوں (ڈاڑھی کی قدر و قیمت)

(۵) ڈاڑھی رکھنے میں اغیار کی مشابہت لازم آتی ہے

بعض حضرات کا خیال ہے کہ ڈاڑھیاں رکھنے سے اسلامی چہرے ان اقوام کے چہروں کے مشابہ ٹھہر جاتے ہیں جو ڈاڑھی مونچھ رکھنا اور انھیں دراز کرنا ضروری جانتی ہیں جیسے سکھ اور یہود وغیرہ۔

جواب: اس کا علاج شریعت نے مونچھیں کتروانے اور پست کرا دینے سے کیا ہے کیونکہ یہ اقوام جہاں ڈاڑھیاں چھوڑنا ضروری سمجھتی ہیں وہیں مونچھیں دراز رکھنا بھی ضروری جانتی ہیں اس لئے حدیث میں **احفوا الشوارب** (مونچھیں پست کرو) کا حکم ریش درازی کے دوش بدوش موجود ہے، جس سے فی الجملہ مسلم و غیر مسلم چہرے پھر بھی ممتاز ہی رہتے ہیں، اور اگر کسی قوم میں مونچھیں کتروانے کا سلسلہ بھی قائم ہو جیسا کہ یہود اور کائست قومیں مونچھوں کو زائد از لب ترشوا دیتی ہیں، اس لئے شریعت نے ڈاڑھیوں کو زائد از یک مشت کترا دینا مباح فرما دیا ہے تا کہ ان اقوام سے پھر بھی امتیاز باقی رہے کیونکہ بہت بڑھی ہوئی ڈاڑھیوں کو زائد از یک مشت لے کر ان کو مہذب بنا لینے کا کوئی طریقہ ان اقوام میں رائج نہیں ہے، حضرت عبد اللہ بن عمرو بن العاص

رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ :

كان رسول الله صلى الله عليه وسلم يأخذ لحيته من عرضها وطولها.

ترجمہ : رسول اللہ ﷺ اپنی ریش مبارک کو طول سے بھی درست کرتے تھے اور عرض سے بھی درست کرتے تھے۔

بہر حال ڈاڑھی میں ان حدود کی رعایت ہر ایک قوم سے تشبہ قطع کرا کر ایک مسلم کو تشبہ بالانبیا کے دائرے میں لے آتی ہے اور مسلم وکافر چہروں میں امتیاز تام پیدا ہو جاتا ہے (التشبہ فی الاسلام)

⑥ خوشا آمد تو در ملتِ ما

ہاں اگر کوئی کافر بعینہٖ مسلم چہرہ بنائے تو اس کے معنی یہ ہیں کہ وہ اسلامی حدود کی رعایت کرکے اسلام کے قریب ہو رہا ہے اور اپنے مذہب کے خلاف اسلام سے محبت وشغف کا اظہار کر رہا ہے۔ سو اس سے تشبہ قطع کرنے کی اس واسطے ضرورت نہیں ہے کہ وہ خود ہم سے تشبہ کر رہا ہے اور اس حالت میں قطع تشبہ اس سے نہ ہوگا بلکہ خود اپنے اور اپنے شعائر سے ہوگا وهو كما ترى (التشبہ فی الاسلام)

⑦ معیارِ حق

بعض حضرات کہتے ہیں کہ ترکی مصری اور حجازی مسلمان بھی تو ڈاڑھیاں منڈاتے ہیں؟

جواب : میرے بھائی! آپ نے ان کو معیار حق اور ان کے فعل کو دلیل جواز کیوں بنالیا، معیار حق تو قرآن وحدیث، رسول اللہ کا عمل اور صحابہ کا عمل ہی ہے حدیث میں فرمایا گیا ہے کہ صرف وہ شخص ناجی ہے جو اس راہ کا راہرو ہے جس پر میں اور میرے صحابہ ہیں (ما انا عليه واصحابي) اسی سے "سنت

والجماعت" کی اصلاح بنائی گئی ہے کیونکہ رسول اللہ ﷺ کے طریقہ کا نام "سنت" ہے جو ما انا علیہ کا مفہوم ہے اور "اصحابی علیہ" کا مفہوم ہے جماعت حقہ کا عمل اور یہ دونوں راہیں درحقیقت ایک ہی ہیں اور جو اس پر گامزن ہے وہ "سنت والجماعت" کا فرد ہے۔

بہرحال آپ اس مسئلہ کو حجازی و مصری کسوٹی پر نہ جانچئے بلکہ قرآن وحدیث اور عمل صحابہ کی کسوٹی پر جانچئے۔

⑧ خالفوا المشرکین حکمت ہے

اسی طرح حدیث خالفوا المشرکین الخ کی نسبت بعض کا یہ کہنا کہ اس زمانہ میں بہت سے مشرک ڈاڑھی رکھا کرتے ہیں اس لئے ہم ان کی مخالفت کے واسطے ڈاڑھی منڈواتے ہیں، ٹھیک نہیں ہے، کیونکہ احکام شرعیہ کے ساتھ جو کبھی کوئی مصلحت مذکور ہوتی ہے وہ کبھی علت ہوتی ہے اور کبھی حکمت ہوتی ہے، علت کے ساتھ تو حکم وجوداً اور عدماً دائر ہوتا ہے لیکن حکمت کے ساتھ حکم دائر نہیں ہوتا یعنی حکمت کے تبدل سے حکم نہیں بدلتا، اور حکمت وعلت میں فرق سمجھنا راسخین فی العلم کا کام ہے پس خالفوا المشرکین کا مقرون فرمانا بطور حکمت کے ہے بطور علت کے نہیں ہے۔

حرمت کا مدار تغیر پر ہے یعنی صورت کا بگاڑنا علت ہے نہ مخالفت مشرکین دلیل اس کی یہ ہے کہ بعض احادیث میں جو یہ حکم آیا ہے وہ مطلق ہے جیسا کہ من لم یأخذ من شاربه فلیس منا۔ اور لعن النبی صلی الله علیه وسلم المخنثین من الرجال، اس کی مثال ایسی ہے کہ کوئی حاکم رعایا سے کہے کہ دیکھو" قانون مانو، فلاں قوم کی طرح شورش مت کرو" تو کیا اگر وہ قوم اتفاق سے شورش چھوڑ دے تو کیا رعایا کو اس قوم کے ساتھ اس میں بھی مخالفت کرنی چاہئے، اس بنا پر کہ اول ان کی مخالفت کا حکم ہوا تھا؟ (امداد الفتاوی)

بہر حال اگر مان ہی لیا جائے کہ ڈاڑھی رکھنے کی جو حکمت تھی وہ اب ختم ہو گئی ہے ـــــــ حالانکہ ختم نہیں ہوئی بلکہ بدرجہ اتم موجود ہے ـــــــ تو بھی حکم باقی رہے گا، کیونکہ حکمت ختم ہو جانے پر بھی حکم باقی رہتا ہے، اس لئے کہ حکمت، علت حقیقی نہیں ہوتی اور حکم کا انتفا علت حقیقی کے انتفا سے ہوتا ہے۔

مثلاً طواف میں رمل اس لئے شروع ہوا تھا کہ کفار مسلمانوں کی کمزوری کا نظارہ کرنے کے لئے پہاڑ پر آبیٹھے تھے، لیکن اب وہاں کوئی کافر نہیں تاہم رمل کا حکم باقی ہے، چنانچہ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے ایک بار فرمایا تھا کہ خواہ کسی بھی وجہ سے رمل کی ابتدا ہوئی ہو ہم تو ہمارے رسول کی سنت سمجھ کر برابر عمل کرتے رہیں گے۔

(۹) از حدود مصطفیٰ بیروں مشو!

الحاصل اتباع رسول ہی اصل دین ہے، حکم و مصالح باقی رہیں یا نہ رہیں سنت نبوی کی پیروی سب سے بڑی حکمت اور مصلحت ہے اور مسلمانوں کے لئے حدود مصطفوی سے باہر جانا کسی طرح روا نہیں۔

(۱) عبید اللہ بن خالدؒ کہتے ہیں کہ میں مدینہ منورہ میں ایک مرتبہ جا رہا تھا کہ میں نے ایک شخص کو اپنے پیچھے سے یہ کہتے ہوئے سنا کہ "لنگی اوپر کو اٹھاؤ کہ اس سے آدمی نجاست ظاہری اور باطنی (تکبر وغیرہ) سے محفوظ رہتا ہے اور کپڑا جلدی نہیں پھٹتا (ارفع ازارك فانه اتقى و ابقى) میں نے کہنے والے کی طرف متوجہ ہو کر دیکھا تو وہ حضور رسالت مآب ﷺ تھے، میں نے عرض کیا کہ حضور یہ ایک معمولی سی چادر یہ ہے (انما هي بردة ملحاء) یعنی اس میں کیا تکبر ہو سکتا ہے؟ اور اس کی حفاظت کی کیا ضرورت ہے؟

حضور ﷺ نے فرمایا: اگر کوئی مصلحت تیرے نزدیک نہیں ہے تو کم

ازکم میرا اتباع تو کہیں گیا ہی نہیں (اما لك في أسوة) میں نے حضور ﷺ کے ارشاد پر حضور ﷺ کی لنگی کو دیکھا تو وہ نصف ساق تک تھی۔ (۱)

اس حدیث میں غور فرمائیں کہ تکبر نہ ہونے پر بھی حضور ﷺ نے اتباع سنت کی غرض سے لنگی اونچی اٹھانے کا حکم فرمایا تو کیا ڈاڑھی میں اس کا لحاظ ضروری نہیں؟

(۲) ایک انگریز اسلام کا مطالعہ کرنے کے بعد مسلمان ہو گیا اور اسلام قبول کرتے ہی اس نے ڈاڑھی مونڈنی چھوڑ دی، کچھ لوگ اس سے کہنے لگے کہ "ڈاڑھی رکھنا اسلام میں کچھ ضروری نہیں ہے آپ نے خواہ مخواہ ڈاڑھی مونڈنی چھوڑ دی۔"

اس نومسلم انگریز نے جواب دیا کہ "میں ضروری اور غیرضروری کی تقسیم نہیں جانتا میں صرف اتنا جانتا ہوں کہ ہمارے پیغمبر ﷺ نے ڈاڑھی رکھنے کا حکم دیا ہے اور جب میں نے ان کی اطاعت قبول کر لی تو اب ان کا حکم بجالانا میرا فرض ہے کسی کے ماتحت کا یہ کام نہیں ہے کہ افسر بالا کے احکام میں سے کسی کو ضروری اور کسی کو غیرضروری قرار دے" یہ ہے کمال اسلام اور کامل اطاعت

قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِيْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ (آل عمران)

ترجمہ: آپ اعلان فرما دیجئے کہ اے لوگو! اگر تم اللہ سے محبت رکھتے ہو تو میری پیروی کرو۔ اللہ پاک تمہیں اپنا محبوب بنالیں گے اور تمہارے گناہ معاف فرمادیں گے اور اللہ تعالیٰ نہایت معاف فرمانے والے اور بہت مہربانی فرمانے والے ہیں۔

لہٰذا جو لوگ رسول اللہ ﷺ کی اطاعت سے منہ پھیرتے ہیں اور اللہ

---

(۱) شمائل ترمذی باب صفۃ ازار رسول اللہ ﷺ

پاک کی محبت کا دم بھرتے ہیں وہ جھوٹے ہیں، ان کا اسلام کا دعوی محض زبانی جمع خرچ ہے۔

(۱۰) ایں ہم اندر عاشقی بالائے غمہائے دگر!

بعض حضرات کو ہر بات ہر دلیل تسلیم ہے لیکن بیوی کو ڈاڑھی پسند نہیں ہے، وہ پسند نہیں کرتی کہ ان کا شوہر ڈڑھیل ہو، اور جب تک بیوی صاحبہ اجازت نہ دیں وہ کیسے ڈاڑھی رکھ سکتا ہے؟

جواب: غالباً ایسے ہی موقع کے لئے کسی نے کہا ہے ؎

ع ایں ہم اندر عاشقی بالائے غمہائے دگر

ترجمہ: لو عاشقی میں یہ ایک اور غم سر پڑا

اس کا علاج بجز اس کے اور کچھ نہیں کہ آپ مرد بنئے یا اللہ پاک سے دعا کیجئے کہ وہ بیگم صاحبہ کو "نور ہدایت" سے بہرہ ور فرمائے۔

(۱۱) ایک اور پھول جھڑی!

بعض حضرات کہتے ہیں کہ ابھی تک ہماری شادی نہیں ہوئی اگر ہم ڈاڑھی رکھ لیں تو شادی ہونا مشکل ہے یا اپ ٹوڈیٹ لڑکی نہیں ملے گی یا مطلوبہ حاصل نہ ہو سکے گی۔

جواب: اس سلسلہ میں گذارش یہ ہے کہ پہلا عذر تو غلط ہے کیونکہ لڑکیاں صرف ریش تراشوں کے یہاں ہی تھوڑے ہوتی ہیں؟ ریش والوں کو بھی اللہ پاک نے اس نعمت سے نوازا ہے، اگر پہلے گھرانے سے نہیں ملے گی تو دوسری جگہ ہی سے سہی۔

اور دوسری بات اگرچہ صحیح ہے لیکن سوال یہ ہے کہ آپ ایسی بلا کے

لئے رنجیدہ کیوں رہے ہیں؟ حدیث میں تو فرمایا گیا ہے کہ:

تُنْكَحُ المرأةُ لاربع، لِمَالِهَا ولحسبها، ولجمالها ولدينها فَاظْفَرْ بذات الدين تربت يداك (متفق علیہ)

ترجمہ: عورت سے چار مقاصد سے شادی کی جاتی ہے (۱) اس کے مال کے لالچ میں (۲) اس کے حسب ونسب کی خوبیوں کے پیش نظر (۳) اس کے حسن وجمال کی وجہ سے (۴) اس کی دینداری کی وجہ سے پس تم دیندار عورت حاصل کرنے میں کامیاب بنو، تمہارا بھلا ہو!

دوسری حدیث میں فرمایا گیا ہے کہ:

الدنيا كلها متاع وخير متاع الدنيا المرأة الصالحة (رواه مسلم)

دنیا تمام ہی چند روزہ برتنے کا سامان ہے اور دنیا کی استعمال کی چیزوں میں نیک عورت سب سے اچھی متاع ہے۔

لہٰذا آپ اس "متاع خیر" کے طالب کیوں نہیں بنتے؟

اور تیسری بات کے سلسلہ میں عرض یہ ہے کہ اگر وہ صرف مطلوبہ ہے تو آپ کے لئے ہرگز کار آمد نہیں وہ آپ کے لئے مفید اسی وقت ہو سکتی ہے جبکہ وہ "طالبہ" بھی ہو اور جب آپ کے ڈاڑھی رکھنے سے اس کی طلب وچاہت ختم ہو جاتی ہے تو یقین کر لیجئے کہ اس کی طلب صادق نہیں ہے اور طالبہ کاذبہ تو سب سے بڑا فتنہ ہے، اللہ پاک ہر کسی کو اسکے شر سے محفوظ رکھے (آمین)

ملازمت کی وجہ سے ڈاڑھی منڈانا

سوال: بعض ملازمتوں کے لئے ڈاڑھی منڈانے کی شرط ہوتی ہے جس کی ڈاڑھی ہوتی ہے اس کو ملازمت نہیں ملتی اگر کوشش کے بعد مل بھی جائے تو تنخواہ نسبتاً کم ہوتی ہے۔ ایسی صورت میں ڈاڑھی منڈوانا یا فرنچ کٹ

رکھنا کیسا ہے؟ مدلل ومفصل جواب کی ضرورت ہے کہ لوگوں کے سامنے پوری وضاحت آجائے اور لوگ اس شنیع حرکت سے باز آئیں اور ڈاڑھی کی اہمیت ان کے دل میں پیدا ہو۔ بینوا توجروا.

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً اما بعد. مردوں کے لئے ڈاڑھی رکھنا واجب ہے اور اس کی مقدار شرعی ایک قبضہ یعنی ایک مشت ہے، ڈاڑھی رکھنا تمام انبیا علیہم الصلوٰۃ والسلام کی متفقہ سنت مستمرہ ہے، اسلامی اور قومی شعار ہے، شرافت وبزرگی کی علامت ہے، چھوٹے اور بڑے میں امتیاز وفرق کرنے والی ہے اسی سے مردانہ شکل کی تکمیل اور صورت نورانی ہوتی ہے، آنحضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا دائمی عمل ہے اور حضور ﷺ نے اسے فطرت سے تعبیر فرمایا ہے اور آپ نے اپنی امت کو ڈاڑھی رکھنے کا تاکیدی حکم فرمایا ہے، لہٰذا ڈاڑھی رکھنا واجب اور ضروری ہے منڈانا حرام اور گناہ کبیرہ ہے اس پر امت کا اجماع ہے،

مفسرین نے وَلَاٰمُرَنَّهُمْ فَلَيُغَيِّرُنَّ خَلْقَ اللّٰهِ کی تفسیر میں لکھا ہے کہ ڈاڑھی منڈانا بھی تغییر خلق اللہ ہے، یعنی اللہ کی بنائی ہوئی صورت کو بگاڑنا ہے (بیان القرآن ص ۱۵۹ پارہ ۵ حاشیہ، ترجمہ شیخ الہند ص ۱۲۷، تفسیر حقانی ص ۲۲۹ ج ۳ پارہ ۵ سورۂ نساء) اور بالاتفاق تغییر خلق اللہ حرام ہے شیطان لعین نے یہ کہا تھا کہ میں خدا کے بندوں کو حکم دوں گا کہ وہ اللہ کی بنائی ہوئی صورتوں کو بگاڑیں، معلوم ہوا کہ جو لوگ ڈاڑھی منڈا کر اپنی فطری صورت بگاڑتے ہیں وہ شیطان لعین کے حکم کی تعمیل اور اس کی مرضی کا کام کرتے ہیں اور جو لوگ شیطان مردود کے فرماں بردار ہیں وہ بڑے ہی خسارے میں ہیں، ارشاد خداوندی ہے۔ وَمَنْ يَّتَّخِذِ الشَّيْطَانَ وَلِيًّا مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ فَقَدْ خَسِرَ خُسْرَانًا مُّبِيْنًا. اور جو شخص اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر شیطان کو اپنا رفیق بناوے گا وہ صریح نقصان میں پڑے گا۔

4:119

تفسیر روح البیان میں ہے حلق اللحیة قبیح بل مثلة وحرام وكما ان حلق شعر الرأس في حق المرأة مثلة منهي عنها وتفويت للزينة كذلك حلق اللحية مُثْلَةٌ في حق الرجال وتَشَبُّهٌ بالنساء منهي عنه وتفويت للزينة قال الفقهاء: اللحية في وقتها جمال وفي حلقها تفويتٌ للزينة على الكمال ومن تسبيح الملائكة سبحان من زَيَّنَ الرجال باللُّحى وزَيَّنَ النساء بالذوائب یعنی: ڈاڑھی منڈانا قبیح ہے بلکہ مثلہ اور حرام ہے جس طرح عورت اگر اپنے سر کے بال منڈاوے تو یہ مثلہ ہے جو ممنوع ہے اور اس سے عورت کی زینت ختم ہو جاتی ہے اسی طرح مرد اگر ڈاڑھی منڈادے تو یہ بھی مثلہ ہے اور اس سے مردانہ شان ختم ہو جاتی ہے۔

فقہائے کرام رحمہم اللہ فرماتے ہیں کہ ڈاڑھی اپنے وقت میں جمال ہے اور اس کو منڈا دینا زینت کو ختم کرنا ہے اور ملائکہ کی تسبیح ہے سبحان......پاک ہے وہ ذات جس نے مردوں کو ڈاڑھی سے زینت بخشی اور عورتوں کو لٹوں سے اور چوٹیوں سے (روح البیان ص ۲۲۲ تحت الآیۃ وَاِذِابْتَلٰی اِبْرَاھِیْمَ رَبُّهٗ بِكَلِمَاتٍ فَاَتَمَّهُنَّ)

ہدایہ میں ہے لان حلق الشعر في حقها مثلة كحلق اللحية في حق الرجال یعنی عورت کا سر کے بال منڈانا مثلہ ہے جس طرح مرد کا ڈاڑھی منڈانا مثلہ ہے۔ (ہدایہ ج ۱ ص ۲۳۵ باب الاحرام کتاب الحج) ہکذا فی الجوہرۃ النیرۃ ص ۱۶۷ ج ۱ کتاب الحج)

ڈاڑھی منڈانا قوم لوط کی ہلاکت کے اسباب میں سے ایک سبب ہے، درمنثور میں ہے کہ قوم لوط دس برے کاموں کی وجہ سے ہلاک کی گئی ان میں سے ایک ڈاڑھی منڈانا بھی ہے۔ واخرج اسحق بن بشير والخطيب وابن عساكر عن الحسن قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم

عشر خصال عملتها قوم لوط بهاأهلكوا وتزيدها امتي بخلّة:اتيان الرجل بعضهم بعضاً الى قوله وقص اللحية وطول الشارب الخ (درمنثور ص ۳۲۴ ج ۴ سورۂ انبیا پارہ ۱۷ تحت الآیۃ. ولوطاً اتيناه حكماً وعلماً ونجيناه من القرية الخ)

ہند میں ایک فارسی شاعر مرزا بیدل تھے ان کے نعتیہ کلام سے متاثر ہوکر ایران سے ایک صاحب ان کی ملاقات کے اشتیاق میں ہندوستان آئے، شاعر مرزا بیدل سے ملاقات ہوئی تو اتفاق سے وہ ڈاڑھی منڈوانے میں مشغول تھے، ایرانی مسافر نے بڑے تعجب اور دکھ سے کہا کہ ! آغا ریش می تراشی؟ (آقا آپ ڈاڑھی منڈاتے ہیں) اس نے کہا بلے دل کسے را نمی تراشم (ہاں! لیکن کسی کا دل نہیں دکھاتا، بڑا گناہ کسی کا دل دکھاتا ہے) ایرانی مسافر نے برجستہ کہا. آرے دل رسول خدای خراشی، تو تو رسول اللہ ﷺ کا دل دکھاتا ہے تب اس کے دل کی آنکھیں کھلیں اور قالاً یا حالاً کہا ؎

جزاک اللہ چشمم باز کردی مرا با جان جاں ہمراز کردی

رویفع بن ثابت رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور اقدس ﷺ نے ان سے فرمایا کہ میرے بعد قریب ہے کہ تیری زندگی دراز ہو، لوگوں کو خبر دینا کہ جو شخص اپنی ڈاڑھی میں گرہ لگائے یا ڈاڑھی چڑھائے یا تانت کا قلادہ ڈالے یا گوبر اور ہڈی سے استنجا کرے تو محمد (ﷺ) اس سے بری ہیں، مشکوۃ شریف میں ہے عن رويفع بن ثابت قال قال لي رسول الله صلى الله عليه وسلم يارُوَيفَعُ لعل الحيوة ستطول بك بعدى فاخبر الناس ان من عقد لحيته او تقلد وترا او استنجى برجيع دابة او عظم فان محمداً منه برئ رواه ابوداؤد (مشكوة شريف ص ٤٣ باب آدب الخلاء)

جب ڈاڑھی لٹکانے کے بجائے چڑھانے پر یہ وعید ہے تو منڈانے اور

شرعی مقدار (قبضہ) سے کم کرنے پر کیا وعید ہوگی؟ ناظرین اس کا خود اندازہ لگالیں۔ مندرجہ بالا حوالہ جات سے یہ ثابت ہوا کہ ڈاڑھی رکھنا واجب ہے اسلامی شعار ہے اور منڈانا حرام ہے۔

احادیث سے حضور علیہ کی ریش مبارک کا ایک مشت بلکہ اس سے کچھ زائد ہونا ثابت ہے چنانچہ حدیث میں ہے کہ حضور علیہ ریش مبارک میں خلال فرماتے تھے عن انس بن مالك ان رسول الله صلى الله عليه وسلم كان اذا توضأ اخذ كفاً من ماء فادخله تحت حَنَكِه فخلل به لحيته وقال هكذا امرني ربي (ابو داؤد شریف باب تخليل اللحية) اور آپ کی ڈاڑھی مبارک اتنی گنجان تھی کہ اس نے سینہ مبارک کو بھر دیا تھا کان النبي صلى الله عليه وسلم كثّ اللحية يملأ صدره (شمائل ترمذی) اور آپ ریش مبارک میں کنگھی بھی فرماتے تھے. عن انس بن مالك قال كان رسول الله صلى الله عليه وسلم يكثر دهن راسه وتسريح لحيته (شمائل ترمذی ص ۴) نیز روایتوں میں یہ بھی وارد ہوا ہے کہ آنحضور علیہ اپنی ریش مبارک کے طول و عرض سے قبضہ سے زائد بالوں کو کتر لیتے تھے، ترمذی شریف کی روایت ہے عن عمرو بن شعيب عن ابيه عن جده ان النبي صلى الله عليه وسلم كان يأخذ من لحيته من عرضها وطولها (ترمذی شریف ص ۱۰۰ ج ۲ باب ماجاء في الاخذ من اللحية) شرح شرعۃ الاسلام میں مقدار قبضہ کی صراحت آئی ہے. عن عمرو بن شعيب عن ابيه عن جده انه صلى الله عليه وسلم كان يأخذ من لحيته طولا وعرضا على قدر القبضة (شرح شرعة الاسلام ص ۲۹۸) حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی نور اللہ مرقدہ "الطرائف والظرائف" میں تحریر فرماتے ہیں کہ:

﴿فائدہ﴾ روی الترمذی عن عمرو بن شعیب عن ابیہ عن جدہ انہ صلی اللہ علیہ وسلم کان یاخذ من لحیتہ طولاً وعرضاً وصاحب مفاتیح وغرائب در آخر ایں حدیث لفظ اذا زاد علی قدر القبضہ نیز نقل کردہ اند یعنی مفاتیح وغرائب میں اس حدیث کے آخر میں یہ لفظ بھی ہے کہ حضور ﷺ اپنی ڈاڑھی مبارک سے عرضاً و طولاً کترتے تھے جبکہ قبضہ کی مقدار سے زائد ہو جاتی (الطرائف والظرائف)

حضور اکرم ﷺ کے صحابہ (جو آپ کے اقوال و افعال کے مشاہدہ کرنے والے ہیں اور آپ کی ایک ایک سنت پر عمل کرنے والے ہیں) کے عمل سے بھی یہی معلوم ہوتا ہے۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما جو کہ جناب رسول اللہ ﷺ کے بڑے فدائی ہیں اور آپ کی سنتوں کے بڑے شیدائی ہیں امام بخاری نے ان کے عمل کو بطور معیار پیش کیا ہے وکان ابن عمر اذا حج او اعتمر قبض علی لحیتہ فما فضل اخذہ[1] ترجمہ: حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما جب حج یا عمرہ سے فارغ ہوتے تھے اپنی ڈاڑھی کو مٹھی سے پکڑ لیتے تھے جو حصہ زائد ہوتا تھا اس کو کاٹ دیتے تھے (بخاری شریف ص ۸۷۵ ج ۲ کتاب اللباس) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بھی مقدار قبضہ سے زائد کاٹ دیتے تھے (حاشیہ بخاری شریف ص ۸۷۵ ج ۲ حاشیہ نمبر ۷) ترمذی شریف کے حاشیہ میں ہے وقد روی عن ابی ھریرۃ ایضا انہ کان یقبض علی لحیتہ فیاخذ ما فضل عن القبضۃ أسندہ ابو شیبۃ ص ۱۰۰ ج ۲ حاشیہ نمبر ۹) اس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ کا عرض اور طول میں ڈاڑھی کترنا اسی مقدار اور کیفیت سے ہوتا تھا اور یہ ثابت ہوا کہ ڈاڑھی کی مقدار مسنونہ ایک مشت ہے لہٰذا اس سے کم کرنا اور خشخشی ڈاڑھی رکھنا از روئے شرع جائز نہیں ہے۔

[1] باب تقلیم الأظفار، بخاری: 5553

ان روایات واقوال کا خلاصہ یہ ہے کہ ڈاڑھی رکھنا واجب ہے اور ایک مشت سنت مؤکدہ ہے اس سے کم کرنا مکروہ تحریمی ہے اور اتنی لمبی رکھنا کہ لوگوں کی نگاہیں اس پر اٹھیں اور مذاق سا بن جائے یہ بھی خلاف سنت ہے، لہٰذا ملازمت اور اچھی تنخواہ کی خاطر ڈاڑھی منڈانا اور فرینچ کٹ بنانے کی شرط قبول کرنا، جائز نہیں ہے حق تعالیٰ رزاق ہے اسی پر اعتماد و توکل کرنا چاہئے اس کے احکام اور حضور پاک صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے اسوۂ حسنہ کے مطابق زندگی گذارنا چاہئے فرمان خداوندی ہے۔ وَكَاَيِّنْ مِنْ دَابَّةٍ لَّاتَحْمِلُ رِزْقَهَا اللّٰهُ يَرْزُقُهَا وَاِيَّاكُمْ (سورہ عنکبوت پ ۲۱) ترجمہ: کئی جاندار ایسے ہیں کہ (آئندہ کے لئے) اپنا رزق نہیں بچاتے خدا پاک ہی ان کو رزق دیتا ہے اور تم کو بھی رزق دیتا ہے اور ارشاد ربانی ہے ومن يَّتَّقِ الله يجعل له مخرجا ويرزقه من حيث لايحتسب ومن يتوكل على الله فهو حسبه ترجمہ: جو اللہ تعالیٰ سے ڈرتا ہے (اس کی نافرمانی اور گناہ کے کام نہیں کرتا) تو حق تعالیٰ اس کے لئے (مشکلات سے) نجات کی راہ نکالتا ہے اور اس کو ایسی جگہ سے رزق دیتا ہے جہاں اس کا گمان بھی نہیں ہوتا اور جو کوئی خدا پر بھروسہ رکھتا ہے (اس کی مشکلات حل کرنے کیلئے) خدا کافی ہے (سورۂ طلاق پ ۲۸)

حدیث میں ہے کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ارشاد فرماتے ہوئے سنا "بے شک اگر تم خدا پر مکمل طور پر توکل کرو تو وہ تم کو اس طرح رزق عطا کرے گا جس طرح پرندوں کو دیتا ہے جو صبح (اپنے گھونسلوں سے) بھوکے نکلتے ہیں اور شام کو سیر ہو کر واپس لوٹتے ہیں عن عمر بن الخطاب رضی الله عنه قال سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول لوانكم تتوكلون على الله حَقَّ تَوَكُّلِهٖ لَرَزَقَكم كما يُرْزَقُ الطير تَغْدُوا خِمَاصًا وتروح بطانا (مشکوۃ ص ۴۵۲)

شیخ سعدی علیہ الرحمہ اپنی مناجات میں فرماتے ہیں:

اے کریمے کہ از خزانۂ غیب گبر و ترسا وظیفہ خور داری
دوستاں را کجا کنی محروم تو کہ بادشمنان نظر داری

اے خدا! آپ جبکہ ایسے کریم ہیں کہ یہود و نصاری، آتش پرستوں اور بت پرستوں وغیرہ کو اپنے خزانہ غیب سے روزی پہنچاتے ہیں دشمنوں پر جب ایسی نظر کرم ہے تو اپنے دوستوں کو (جو تیرے عبادت گذار ہیں) کس طرح محروم رکھیں گے؟ (مقدمہ گلستاں)

منقول ہے کہ کوے کا بچہ انڈے سے نکلتا ہے اس وقت اس کے بدن کے بال و پر سفید ہوتے ہیں نر و مادہ سمجھتے ہیں کہ یہ ہمارا بچہ نہیں ہے اگر ہمارا ہوتا تو ہم جیسا سیاہ ہوتا اس لئے وہ کھلانے سے گریز کرتے ہیں، بال و پر جب سیاہ ہونے لگتے ہیں تب اسے اپنا بچہ سمجھتے ہیں اور پھر کھلانا پلانا شروع کرتے ہیں جب تک اس کے بال و پر سیاہ نہیں ہوتے اس کس مپرسی کی حالت میں خدا تعالیٰ اسے اس طریقہ سے روزی پہنچاتے ہیں کہ بچہ جب اپنی چونچ بار بار کھولتا ہے تو اس وقت حشرات الارض اور جراثیم ہوا کے ذریعہ اس کے منھ میں پہونچ کر اس کی خوراک بنتے ہیں (ابن کثیر. مظاہر حق) اس طرح اللہ تعالیٰ کوے کے بچہ کو روزی دیتا ہے تو کیا وہ ذات اپنے وفا شعار بندوں کو روزی نہیں پہنچائے گی؟ کیا وہ تمہیں بھوکا مارے گی؟ نہیں ہرگز نہیں! بقول شاعر ؎

غم روزی مخور بر ہم مزن اوراق دفتر را
کہ پیش از طفل ایزد پر کند پستان مادر را

فکر معاش میں حیران و پریشان ہونے کی ضرورت نہیں خدا تو ایسی قدرت والے ہیں کہ بچہ کے دنیا میں قدم رکھنے سے پہلے پستان مادر میں دودھ مہیا کر دیتے ہیں اور اس طرح محیر العقول طریقہ پر خوراک کا انتظام

فرماتے ہیں بے شک وہ بڑی شان اور قدرت والے ہیں اِنَّمَآ اَمْرُهٗٓ اِذَآ اَرَادَ شَيْئًا اَنْ يَّقُوْلَ لَهٗ كُنْ فَيَكُوْنُ خدا کی شان تو یہ ہے کہ جب وہ کسی چیز کو وجود میں لانا چاہتا ہے تو وہ اس کو حکم دیتا ہے "کن" (ہو جا) تو وہ اسی وقت وجود میں آجاتی ہے۔ (سورہ یٰسین پ ۲۳)

خدا تعالیٰ ہم سب کو اپنی مرضیات پر چلنے اور حضور پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وصحبہ وسلم کی سنت کے مطابق زندگی گذارنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین ثم آمین فقط واللہ اعلم بالصواب وعلمہ اتم واحکم وھو الھادی الی الصراط المستقیم۔

(خلاصہ فتویٰ از فتاویٰ رحیمیہ ج۶ ص ۳۳۶ تا ۳۵۰)

آخری بات

آخری بات جو ریش تراش کہا کرتے ہیں یہ ہے کہ ڈاڑھی رکھنے کی صورت میں، احباب کے لعن وطعن اور پھبتیوں کا نشانہ بننا پڑتا ہے۔

جواب: جی ہاں یہ بات ضرور ہے اور صرف ڈاڑھی ہی کے سلسلہ میں یہ بات نہیں ہے بلکہ ہر سنت پر عمل کرنے والے کو ان چیزوں سے دوچار ہونا پڑتا ہے، اس لئے ایک حدیث میں ارشاد فرمایا گیا ہے کہ:

یاتی علی الناس زمان الصابر فیھم علی دینہ کالقابض علی الجمر (رواہ الترمذی، مشکوۃ شریف ص ۴۵۹)	لوگوں پر ایسا وقت بھی آنے والا ہے کہ دین پر جمنے والے کی حالت ہاتھ میں چنگاری پکڑنے والے شخص جیسی ہوگی۔

اس لئے نجات کی راہ صرف ایک ہے کہ آپ سنت کے داعی بن جائے اپنے احباب کو جو لعن وطعن اور پھبتیاں کستے ہیں سنت پر عمل کی دعوت دیجئے

اور بھلے انداز سے ان کے سامنے دین کی بات رکھئے۔

داعی بننے کا ایک سب سے بڑا فائدہ یہ ہے کہ دین خود اپنے اندر جمتا ہے اور اس پر ایمان وایقان مضبوط ہوتا ہے اور اگر احباب نے آپ کی بات مان لی تو یہ آپ کے لئے "سرخ اونٹوں" سے بھی بہتر ہوگا، نہیں مانیں گے تو آپ کے داعی ہونے کا اجر وثواب تو کہیں گیا نہیں اور اگر انہوں نے آپ سے قطع تعلق کر لیا تو اللہ پاک نے شیطان کے سایہ سے آپ کو نجات دیدی۔

اس سلسلہ میں یہ بھی سمجھ لینا چاہئے کہ موجودہ زمانہ میں کسی ایسے شخص کے لئے جو فرنگیت زدہ ماحول سے تعلق رکھتا ہو ڈاڑھی رکھنا صرف حکم نبوی کی تعمیل ہی نہیں بلکہ ایک طرح کا جہاد بھی ہے اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ حدیث پاک نقل فرماتے ہیں:

قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: من تمسك بسنتي عند فساد امتي فله أجر مائة شهيد (مشکوۃ ۱/۳۰)	رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص میری امت کے بگاڑ کے وقت میری سنت کو مضبوط پکڑے گا اسے سو شہیدوں کا ثواب ملے گا۔

بلکہ عجب نہیں کہ جہاد کے ساتھ کچھ نہ کچھ ہجرت کا اجر بھی مل جائے کیونکہ حدیث شریف میں ارشاد فرمایا گیا ہے کہ:

المهاجر من هجر مانهى الله تعالى عنه	کامل مہاجر وہی ہے جو منہیات کا تارک بھی ہو۔

اور اس قدر ثواب کی امید اس وجہ سے ہے کہ ایسے شخص کو سب سے پہلے خود اپنے مذاق اور رنگ طبیعت کے خلاف جدوجہد کرنی پڑتی ہے جو برسوں کی تعلیم وتربیت اور ماحول کے اثرات سے راسخ ہو چکی ہوتی ہے، اس مرحلے سے گذرنے کے بعد جب وہ شخص ڈاڑھی رکھ لیتا ہے تو اب اس کا ماحول

اس سے لڑنے لگتا ہے، ہر شخص اسے طعنہ دیتا ہے کہ یہ کیسا انقلاب تیرے اندر آرہا ہے؟! اعزا و دوست آشنا بھی اسے چھیڑتے ہیں، اس کا مذاق اڑایا جاتا ہے، شادی کی مارکیٹ میں اس کی قیمت گرجاتی ہے اور کافرانہ ماحول اپنی پوری طاغوتی اسپرٹ سے اس سے نبرد آزما ہو جاتا ہے۔

ان پے در پے حملوں کے مقابلہ میں کوئی ایسا شخص کبھی ٹھہر ہی نہیں سکتا جس میں کیرکٹر کی مضبوطی نہ ہو اور ایمان کی بشاشت قلب میں جاگزیں نہ ہو چکی ہو، اور اس ثابت قدمی کے نتیجہ میں دو زبردست فائدے حاصل ہوتے ہیں:

(۱) اس کے اندر موجودہ کافرانہ ماحول کے خلاف دوسرے میدانوں میں بھی کامیاب لڑائی لڑنے کا جذبہ اور طاقت پیدا ہو جاتی ہے۔

(۲) اس کی مضبوط سیرت کا رعب اس کے ماحول پر طاری ہو جاتا ہے اور اس کی تبلیغ و تلقین میں اتنا وزن پیدا ہو جاتا ہے کہ اس کی سوسائٹی کے دیگر لوگ بھی آہستہ آہستہ اسلام سے قریب آنے لگتے ہیں اور وہ کمالات عملی کا مصدر بن جاتا ہے۔

کمالات درحقیقت دو ہی ہیں ایک کمال علمی، دوسرا کمال عملی، قرآن پاک میں جن چار جماعتوں کی مدح فرمائی گئی ہے وہ انبیا، صدیقین، شہداء اور صالحین ہیں ان میں سے اول دو کی تعریف کمال علمی کی وجہ سے ہے اور آخری دو کی تعریف کمال عملی کی وجہ سے ہے۔

پھر ان میں فرق یہ ہے کہ انبیا علیہم الصلوٰۃ والسلام تو کمالات علمی کا منبع ہیں جہاں سے کمالات علمی نمودار ہوتے ہیں اور صدیقین ان کمالات علمی کا مجمع ہیں جہاں آکر وہ کمالات مجتمع ہوتے ہیں، اسی طرح شہدائے کرام کمالات عملی کا مصدر ہیں اور صالحین کمالات عملی کا مظہر کیونکہ شہید وہ شخص ہے جو امر

بالمعروف اور نہی عن المنکر کرتے کرتے خون کا آخری قطرہ بھی بہادے وہ قیامت کے دن گواہ ہوگا کہ اس کے امر بالمعروف کا اثر کس نے قبول کیا اور کس نے قبول نہیں کیا، اور جو لوگ شہید کے امر بالمعروف کو قبول کر لیتے ہیں وہ صالح کہلاتے ہیں۔

بہرحال کافرانہ ماحول میں، فرنگیت زدہ سوسائٹی میں، امت کی بے راہ روی کے وقت، ڈاڑھی جیسی سنت پر مضبوطی سے عمل کرنا خود اپنے نفس کے خلاف ایک طرح کا جہاد ہے اور اس کی استقامت کے نتیجہ میں جس قدر لوگ شعار اسلام سے قریب ہوں گے ان سب کا اجر و ثواب بھی اس کے نامہ اعمال میں لکھا جائے گا۔

باطن کی اصلاح

لیکن یہ مضبوط کیرکٹر اندرونی انقلاب کے بغیر رونما نہیں ہوسکتا دل میں جب اسلامی جڑیں مضبوط ہوں گی تبھی شعار اسلام کی قدر کرنے کی توفیق نصیب ہوگی، اس لئے پہلے باطن کی اصلاح کی طرف توجہ دینے کی حاجت ہے اور جب تک یہ بات حاصل نہیں ہوتی محض ضابطہ کی خانہ پری سے کامیابی کی پوری توقع نہیں۔

ہاں لوگوں کا ایک طبقہ ایسا بھی ہوتا ہے کس کے باطن میں نور اسلام جلوہ افروز ہوتا ہیں لیکن وہ لاعلمی، جہالت اور ناواقفی کی وجہ سے یا قلت مبالات کی وجہ سے شعائر اسلام سے لاپرواہ اور ماحول کی دیکھا دیکھی، اس اہم اسلامی شعار کے تارک بنے ہوئے ہوتے ہیں، ہمارا خطاب درحقیقت انہی حضرات سے ہے اس امید سے کہ شاید ان کو اصل حقیقت کی طرف توجہ ہو جائے۔

ڈاڑھی رکھنے کی علت اور حکمتیں

فطرت وجبلت کی باتوں کے جوابات تو ہو چکے اب ایک علمی مسئلہ کی تفصیل پیش کی جاتی ہے، پہلے بھی ضمناً ہم اس کا تذکرہ کر آئے ہیں کہ ڈاڑھی رکھنے اور مونچھ کترنے کی علت کیا ہے اور حکمتیں کیا ہیں؟ یہ جاننا اس لئے ضروری ہے کہ علت کے وجود وعدم پر حکم کا وجود وعدم موقوف رہتا ہے لیکن حکمت ومصلحت کا یہ مقام نہیں ہے اس کے ہونے نہ ہونے سے حکم پر کوئی اثر نہیں پڑتا، ذیل میں پہلے ہم حکمتیں بیان کریں گے پھر علت سمجھائیں گے۔

مونچھ کترنے اور ڈاڑھی بڑھانے کی حکمتیں

(۱) مشرکین ومجوس وغیرہ کی مخالفت ـــــ مسلمان ایک مستقل امت ہیں ان کا رہن سہن، چال ڈھال، اوڑھنا بچھونا، شکل وصورت، رنگ ڈھنگ، طور وطریق غرض ہر شے کو ممتاز رکھا گیا ہے ان کے لئے ضروری ہے کہ وہ اپنے دین کی مکمل تصویر ہوں ان کا وجود ہی اسلام کا ترجمان ہو اور قرآن پاک کی زبان میں وہ ساری دنیا کے سامنے دین کے "شاہد" ہیں ارشاد ربانی ہے۔

وَجَاهِدُوْا فِي اللّٰهِ حَقَّ جِهَادِهٖ، هُوَ اجْتَبٰكُمْ وَمَا جَعَلَ عَلَيْكُمْ فِي الدِّيْنِ مِنْ حَرَجٍ ، مِلَّةَ اَبِيْكُمْ اِبْرَاهِيْمَ هُوَ سَمّٰكُمُ الْمُسْلِمِيْنَ مِنْ قَبْلُ وَفِيْ هٰذَا لِيَكُوْنَ الرَّسُوْلُ شَهِيْدًا عَلَيْكُمْ وَتَكُوْنُوْا شُهَدَآءَ عَلَى النَّاسِ فَاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتُوا الزَّكٰوةَ وَاعْتَصِمُوْا بِاللّٰهِ هُوَ مَوْلٰكُمْ فَنِعْمَ الْمَوْلٰى وَنِعْمَ النَّصِيْرُ (الحج ۷۸)

ترجمہ: اللہ کے دین میں خوب کوشش کیا کرو جیسا کہ کوشش کرنے کا حق

ہے اس نے تم کو (اور امتوں سے) ممتاز فرمایا ہے، اور (اس نے) تم پر دین (کے احکام) میں کسی قسم کی تنگی نہیں رکھی، تم اپنے باپ ابراہیم کی ملت پر قائم رہو، وہ ابراہیم جس نے تمہارا لقب مسلمان (ہر طرح فرمانبردار) رکھا ہے قرآن سے پہلے نازل شدہ کتابوں میں بھی اور اس قرآن میں بھی تاکہ تمہارے سامنے رسول دین کے شاہد بنیں اور تم لوگوں کے سامنے دین کے "شاہد" بنو، سو تم لوگ (خصوصیت کے ساتھ) نماز کی پابندی رکھو اور زکوٰۃ دیتے رہو، اور اللہ کے دین کو مضبوط پکڑے رہو، وہ تمہارا کارساز ہے (کسی کی مخالفت وملامت سے تم کو ہرگز نقصان نہیں پہنچنے دے گا) سو کیا اچھا کارساز ہے اور کیا اچھا مددگار ہے۔

تشریح: شہادت کے معنی ہیں دل وزبان، قول وعمل، خلوت وجلوت، زندگی وموت، غرض اپنی ایک ایک ادا سے اس دین کی گواہی دینا جس کا وہ داعی ہے اس کی زندگی کی کتاب میں اور اس کی دعوت کی کتاب میں کوئی فرق نہ ہو۔

رسول اللہ ﷺ تو "شاہد" بن کر اپنا فریضہ ادا کر چکے۔ اس کے بعد صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کا دور آیا اور ساری امت شاہد ہے کہ انھوں نے بھی ہر طرح دعوت وشہادت کا فریضہ بحسن وخوبی انجام دیا، ان کے بعد یہ فریضہ مسلمانوں کی طرف منتقل ہوا اس لئے ضروری ہے کہ مسلمان دین کے "داعی" اور "شاہد" بنیں کیونکہ اب کوئی نبی نہیں آئے گا جو یہ فریضہ انجام دے، یہ ذمہ داری قیامت تک مسلمانوں کے ذمہ ڈالی گئی ہے۔

اور مسلمان دین کے لئے شاہد اسی وقت بن سکتا ہے جب اس کی کتاب زندگی اور کتاب دعوت میں ہم آہنگی اور کمال مطابقت ہو، وہ پوری طرح دین میں رنگا ہوا ہو اور دنیا کی دیگر اقوام سے مشابہت نہ رکھتا ہو ورنہ جس طرح اس کی صورت مشتبہ ہوگی اس کا دین بھی دیگر ادیان کے ساتھ مشتبہ ہو کر رہ

جائے گا کیونکہ دین صرف کتاب سے نہیں سمجھا جاسکتا بلکہ اس کے ساتھ شخصیت کا ہونا بطور شاہد کے ضروری ہے۔

غرض مسلمانوں کو جس طرح ہر شعبہ زندگی میں دیگر اقوام کے ساتھ مشابہت اختیار کرنے سے روکا گیا ہے اسی طرح خاص ڈاڑھی کے مسئلہ میں بھی روکا گیا ہے۔

اور آج کل تو ڈاڑھی مونڈنا محض ایک وضع ہی نہیں بلکہ ایک کلچر اور ایک مخصوص نظام حیات کا نمایاں ترین شعار ہے، لہٰذا آج کل ڈاڑھی رکھنا اس کلچر اور اس نظام حیات کو چھوڑنے کا اعلان ہے اور عملاً اسلام کو مذہب زندگی کی حیثیت سے قبول کرنے کا ہم معنیٰ ہے۔

اللہ پاک ہم سب کو اس ذمہ داری کی ادائیگی کی توفیق عطا فرمادیں جو دین قبول کرنے کی وجہ سے ہم پر عائد ہوتی ہے۔

(۴) کھانے پینے میں نظافت کا لحاظ ــــــ علامہ ابن دقیق العید مالکی یا حنبلی إحکام الأحکام شرح عمدة الاحکام میں حدیث کی شرح فرماتے ہوئے لکھتے ہیں:

والاصل في قص الشارب واحفائها وجهان: احدهما مخالفة زيّ الاعاجم وقد جاء ت هذه العلة منصوصة في الصحيح حيث قال " خالفوا المجوس" والثاني : ان زوالها من مدخل الطعام والشراب ابلغ في النظافة وأنزه من مضر الطعام.(۱/۸۵)

ترجمہ: مونچھیں کترنے اور پست کرنے میں دو حکمتیں ہیں (۱) عجمیوں کی ہیئت کی مخالفت یہ وجہ ایک حدیث میں صراحۃً ذکر کی گئی ہے چنانچہ فرمایا گیا ہے کہ "مجوس کی مخالفت کرو" (۲) کھانے اور پانی کے داخل ہونے کی جگہ سے ان کو ہٹانا نظافت وستھرائی کے لئے بہت ہی مفید ہے اور کھانے کی مضرتوں

سے بہت زیادہ بچانے والا ہے۔

ظاہر ہے کہ لمبی لمبی مونچھیں کھانے میں بھی ملوث ہوں گی، پانی میں بھی ڈوبیں گی اس لئے شریعت نے حکم دیا کہ ان کو پست کرو۔

③ تجمل: یعنی مونچھ کم کرانے اور ڈاڑھی بڑھانے میں تجمل وزیبائش ہے، لیکن اس کا ادراک کرنا سلیم الفطرت لوگوں کا کام ہے۔

④ عورتوں سے تشبہ کا منقطع ہونا ـــــ شریعت نے عورتوں کے ساتھ تشبہ حرام قرار دیا ہے تاکہ ایک نوع کے نوعی اقتضاآت دوسری نوع میں رل مل جانے سے باطل نہ ہو جائیں ارشاد نبویؐ ہے:

لعن اللہ المتشبھین من الرجال بالنساء والمتشبھات من النساء بالرجال.

اللہ پاک نے ان مردوں پر لعنت فرمائی ہے جو عورتوں کی مشابہت پیدا کرتے ہیں اور ان عورتوں پر جو مردوں کی مشابہت کرتی ہیں۔

⑤ طبی مصالح ـــــ سردگرم ہوا کے جھونکوں سے گلے اور سینہ کی حفاظت اس کا ایک بین فائدہ ہے، اطباء اور ڈاکٹروں نے اس کے اور بھی فوائد بیان کئے ہیں

علت کا بیان

مونچھ کترنے اور ڈاڑھی بڑھانے کی علت ان کا امور فطرت میں سے ہونا ہے فطرت کے معنی پہلے یہ عرض کیے جا چکے ہیں کہ:

فطرت: انسان کے ان خصوصی صفات اور امتیازی نشانوں کا نام ہے جو انسانی جبلت و فطرت کے عین مطابق ہوں اور ان سے فرد یا قوم کی ممتاز شخصیت بنتی ہو اور اللہ پاک نے انبیا کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کے ذریعہ امت مسلمہ کو حکم دیا ہو کہ تم اپنی شخصیت ان صفات کے ذریعہ بنا کر دنیا کی دیگر اقوام سے ممتاز ہو جاؤ۔

پہلے حدیث فطرت اور اس کی تشریح ہدیۂ ناظرین کی جاچکی ہے، حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ نے حجۃ اللہ البالغہ میں اپنے خاص حکیمانہ طرز پر اس حدیث کی شرح کرتے ہوئے جو چند سطریں لکھی ہیں ان کا خلاصہ ہم ذیل میں حضرت مولانا محمد منظور نعمانی صاحب قدس سرہ کے الفاظ میں درج کرتے ہیں، فرماتے ہیں:

یہ دس عملی باتیں جو دراصل طہارت ونظافت کے باب سے تعلق رکھتی ہیں ملت حنیفیہ کے مؤسس ومورث حضرت ابراہیم علیہ السلام سے منقول ہیں اور ابراہیمی طریقہ پر چلنے والی حنیفی امتوں میں عام طور سے ان کا رواج رہا ہے اور ان پر ان کا عقیدہ بھی رہا ہے، قرنہا قرن تک وہ ان اعمال کی پابندی کرتے ہوئے جیتے اور مرتے رہے ہیں اسی لئے ان کو فطرت کہا گیا ہے اور یہ ملت حنیفی کے شعائر ہیں اور ہر ملت کے لئے ضروری ہے کہ اس کے کچھ مقرر ومعلوم شعائر ہوں اور وہ ایسے علانیہ ہوں جن سے اس ملت والوں کو پہچانا جاسکے، اور ان میں کوتاہی کرنے پر ان سے مؤاخذہ کیا جاسکے تاکہ اس ملت کی فرمانبرداری اور نافرمانی احساس ومشاہدہ کی گرفت میں آسکے اور یہ بھی قرین حکمت ہے کہ شعائر ایسی چیزیں ہوں جو نادر الوقوع نہ ہوں اور ان میں معتدبہ فوائد ہوں اور لوگوں کے ذہن ان کو پوری طرح قبول کرلیں، اور ان دس چیزوں میں یہ باتیں موجود ہیں. اس کو سمجھنے کے لئے ان چند باتوں پر غور کرنا چاہئے.

جسم انسانی کے بعض حصوں میں پیدا ہونے والے بالوں کے بڑھنے سے پاکیزگی پسند اور لطیف مزاج آدمی کی سلیم فطرت اسی طرح منقبض اور مکدر ہوتی ہے جس طرح کہ حدث (یعنی کسی گندگی کے جسم سے خارج ہونے) سے ہوا کرتی ہے: بغل میں اور ناف کے نیچے پیدا ہونے والے بالوں

کاحال یہی ہے اسی لئے ان کی صفائی سے سلیم الفطرت آدمی اپنے قلب وروح میں ایک نشاط اور انشراح کی کیفیت محسوس کرتا ہے جیسے کہ یہ اس کی فطرت کاخاص تقاضا ہے اور بالکل یہی حال ناخنوں کا ہے۔

اور ڈاڑھی کی نوعیت یہ ہے کہ اس سے چھوٹے اور بڑے کی تمیز ہوتی ہے اور وہ مردوں کے لئے شرف اور جمال ہے اور اسی سے ان کی مردانہ ہیئت کی تکمیل ہوتی ہے اور وہ سنت انبیاء ہے اس لئے اس کا رکھنا ضروری ہے اور اس کا صاف کراتا مجوس وہنود وغیرہ اکثر غیر مسلم قوموں کا طریقہ ہے نیز چونکہ بازاری قسم کے اور نیچی سطح کے لوگ عموماً ڈاڑھیاں نہیں رکھتے اس لئے ڈاڑھیاں نہ رکھنا گویا اپنے کو ان ہی کی صفوں میں شامل کرنا ہے۔

اور مونچھوں کے بڑھانے اور لمبا کرنے میں کھلا ہوا ضرر یہ ہے کہ منہ تک بڑھی ہوئی مونچھوں میں کھانے پینے کی چیزیں لگ جاتی ہیں اور ناک سے خارج ہونے والی رطوبت کا راستہ بھی وہی ہے، اس لئے صفائی اور پاکیزگی کا تقاضا یہی ہے کہ مونچھیں زیادہ بڑی نہ ہونے پائیں ،اس واسطے مونچھیں ترشوانے کا حکم دیا گیا ہے اور کلی اور پانی کے ذریعہ ناک کی صفائی اور مسواک اور پانی سے استنجا اور اہتمام سے انگلیوں کے ان جوڑوں کو دھونا جن میں میل کچیل رہ جاتا ہے صفائی اور پاکیزگی کے نقطہ نظر سے ان سب چیزوں کی ضرورت واہمیت کسی وضاحت کی محتاج نہیں ۔(معارف الحدیث ۳/ ۹۳)

ڈاڑھی اسلام کا شعار ہے

ہر ملت کے لئے شعائر کا وجود ضروری ہے اس کے بغیر وہ ملت باقی نہیں رہتی، ہندو سر کی چوٹی اور جنیو کو ضروری سمجھتا ہے اور سکھ اپنے بدن کے ہر بال کی حفاظت کو جان کے برابر خیال کرتا ہے پارسی اپنی خاص وضع کی ٹوپی

کو شعار مذہب بنائے ہوئے ہے اور انگریز ہیٹ اور نکٹائی کو فریضۂ قومیت اور خصوصاً کسی قسم کی صلیبی شکل کو مذہبی شعار قرار دیئے ہوئے ہے اس کے برخلاف جس قوم نے اپنے یونیفارم کو محفوظ نہیں رکھا اس کا نام و نشان تک باقی نہیں رہا۔

اور مسلمانوں کا وجود قیام قیامت تک ضروری ہے لہٰذا سب سے زیادہ مسلمانوں کے لئے اپنا وجود باقی رکھنا ضروری ہے اور وہ بغیر شعار کس طرح ممکن ہے؟

میرٹھ کالج کے ایک گریجویٹ نے ایک خط حضرت شیخ الاسلام مولانا سید حسین احمد صاحب مدنی قدس سرہ (سابق صدر المدرسین و شیخ الحدیث دار العلوم دیوبند) کی خدمت میں بھیجا تھا جس میں موجودہ زمانہ کے لحاظ سے اسلامی تمدن و معاشرت کی پابندی بالخصوص ڈاڑھی رکھنے کی مشکلات کے اظہار کے ساتھ ڈاڑھی کے دینی و دنیوی مصالح اور حِکَم بھی دریافت کئے تھے. حضرت مولانا نے باوجود عدیم الفرصتی اور نقاہت کے اس کا جو جواب مرحمت فرمایا وہ ڈاڑھی کے فلسفہ پر ایک محققانہ تبصرہ ہے، جس کو ہم ہدیۂ ناظرین کر رہے ہیں۔

مکتوب آمدہ از میرٹھ

جناب مولانا صاحب! سلامت! آداب کے بعد عرض ہے کہ میں آپ کو ایک تکلیف دینا چاہتا ہوں، امید ہے کہ آپ اپنے کثیر مشاغل کے باوجود مجھ پر کرم فرما کر جواب سے نوازیں گے

میں میرٹھ کالج میں پڑھتا ہوں، میں چاہتا ہوں کہ شریعت حقہ کی پابندی کروں، ان ہی شرعی پابندیوں میں سے ڈاڑھی ہے، جو الحمد للہ کہ میں ابھی تک رکھے ہوئے ہوں، مگر مولانا صاحب میں ڈاڑھی رکھ کر سخت پریشان

ہوگیا ہوں، کیونکہ کالج کی فضا میں ڈاڑھی رکھنا گویا کہ سب احباب کا مذاق اور طعنہ ہائے دل خراش مول لینا ہے، احباب کہتے ہیں:

(۱) ڈاڑھی سے آدمی برا اور جنگلی معلوم ہوتا ہے (۲) گو ہمارے نبی کریم ﷺ نے ڈاڑھی رکھی تھی مگر چونکہ اس وقت عرب میں رواج تھا اس لئے رکھی تھی مگر اب رواج نہیں اس لئے کوئی ضروری چیز نہیں ہے۔ (۳) آج کل مقابلہ کے امتحانات میں ڈاڑھی کی وجہ سے ناکامیابی ہوتی ہے اسلئے کہ ممتحن یہ سمجھتا ہے کہ اس کی عمر زیادہ ہے یا یہ کہ یہ اولڈ فیشن کا آدمی ہے۔

بہر حال یہ اعتراضات کئے جاتے ہیں ان معترضوں سے یہ کہنا کہ حضور ﷺ نے ڈاڑھی رکھی تھی کافی نہیں ہوتا، اس لئے آپ کی طرف رجوع کرتا ہوں کہ آپ دین و دنیا کے ماہر ہیں، آپ ڈاڑھی کی شرعی حیثیت اور اس کی حکمتیں بتلائیں، تاکہ میں اوروں کو بھی بتلا سکوں، واقعہ یہ ہے کہ ایک مولوی صاحب سے دریافت کیا تو انھوں نے کہا کہ ہاں مسنون ہے مگر اب ضروری نہیں، اس لئے بھی آپ کے فتوی کا منتظر ہوں اور اسی پر عمل کروں گا، فقط

جواب از حضرت مولانا سید حسین احمد صاحب مدنی قدس سرہ

محترم المقام ازید مجدکم، السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

والا نامہ باعث سرفرازی ہوا، میں نہایت ہی عدیم الفرصت ہوں، پھر اس پر طرہ یہ ہوا کہ بعض بیماریوں میں مبتلا ہو گیا، آج کچھ طبیعت سنبھلی ہوئی ہے تو مختصر کچھ عرض کرتا ہوں، مگر مقصد پیش کرنے سے پہلے ایک ضروری تمہید پر آنجناب غور فرمالیں۔

یونیفارم کی سیاسی حیثیت

(الف) ہر نظام سلطنت میں مختلف شعبوں کے لئے کوئی نہ کوئی یونیفارم

مقرر ہے، پولیس کا یونیفارم اور ہے، فوج کا اور ہے، سوار کا اور ہے، پیادہ کا اور ہے، بری فوج کا اور ہے، بحری فوج کا اور ہے، ڈاک خانہ کا اور ہے، ریلوے کا اور، پھر افسروں کا اور ہے، ماتحتوں کا اور، پھر اس پر مزید تاکید اور سختی یہاں تک ہے کہ ڈیوٹی ادا کرتے وقت اگر یونیفارم میں کوئی ملازم نہیں پایا جاتا تو مستوجب سزا شمار کیا جاتا ہے، خاص بادشاہی فوجیوں کا اور ہی یونیفارم ہے، ندما اور وزراء مقربین کا اور ہے، یہ حال تو صرف ایک ہی سلطنت کا ہے کہ مختلف شعبوں میں علحدہ علحدہ یونیفارم رکھا جاتا ہے، اور جس طرح ڈیوٹی دینے والا بغیر یونیفارم مجرم قرار دیا جاتا ہے اسی طرح اگر کوئی دوسرے شعبہ کا یونیفارم پہن کر آجائے اور افسروں کو اطلاع ہو جائے تو وہ بھی اسی طرح یا اس سے زیادہ مجرم قرار دیا جاتا ہے۔

جس طرح بغیر یونیفارم کے آنے والا ملازم مجرم قرار دیا جاتا ہے اور جس طرح یہ امر ایک نظام سلطنت اور حکومت میں ضروری خیال کیا جاتا ہے اسی طرح اقوام و ملل میں بھی ہمیشہ اس کا لحاظ رکھا جاتا ہے، اگر آپ تفحص کریں گے تو انگلینڈ، فرانس، جرمنی، اٹلی، آسٹریلیا، امریکہ وغیرہ میں پائیں گے کہ وہ اپنے نشانات، جھنڈے، یونیفارم علحد علحدہ رکھتے ہیں واقف کار شخص ہر ایک کے سپاہی کو دوسرے سے متمیز کر سکے گا اور اسی سے میادین جنگ اور ملکی و سیاسی مقامات میں امتیاز کیا جاتا ہے، ہر قوم اور ہر ملت اپنے اپنے یونیفارم اور نشانوں کو محفوظ رکھنا از حد ضروری سمجھتی ہے، بلکہ بسا اوقات اس میں خلل پڑنے سے سخت سخت وقائع پیش آجاتے ہیں کسی حکومت کے جھنڈے کو گرا دیجئے کوئی توہین کر دیجئے کہیں سے اکھاڑ دیجئے، دیکھئے کس طرح جنگ کی تیاری ہو جاتی ہے یہ یونیفارم صرف لباس ہی میں نہیں ہوتا بلکہ کبھی کبھی جسم میں بھی بعض بعض علامتیں رکھی جاتی ہیں بعض قوموں میں

ہاتھ میں یا جسم میں گودنا گودا جاتا ہے، بعض میں کان میں یا ناک میں چھید کر کے حلقہ ڈالا جاتا ہے، بعض میں بال باقی رکھے جاتے ہیں بعض میں سر پہ چوٹی رکھی جاتی ہے.

ترک شعار کے نتائج

الغرض یہ طریقۂ امتیاز شعبہائے مختلفہ اور اقوام وحکومت اور ملل کا ہمیشہ سے اور تمام اقوام میں اطراف عالم میں چلا آتا ہے اگر یہ نہ ہو تو کوئی محکمہ اور کوئی قوم اور کوئی حکومت دوسرے سے متمیز نہ ہو سکے، ہم کو کس طرح معلوم ہو سکتا ہے کہ یہ فوجی ہیں یا ملکی، پولیس مین ہے یا ڈاکیہ، یا ریلوے کا ملازم ہے یا بحری جہازوں کا افسر ہے، یا ماتحت جرنیل ہے یا منیجر، اسی طرح ہم کس طرح جان سکتے ہیں کہ یہ شخص روسی ہے یا فرانسیسی، امریکن ہے یا آسٹرین وغیرہ وغیرہ ہر زمانہ اور ہر ملک میں اس کا لحاظ ضروری سمجھا گیا ہے.

(ب) جو قوم اور جو ملک اپنے یونیفارم کی محافظ نہیں رہی وہ بہت جلد دوسری قوموں میں منجذب ہو گئی حتی کہ اس کا نام ونشان تک باقی نہ رہا، اسی ہندوستان میں یونانی آئے، سنتھین آئے، افغان آئے، آریہ آئے، تاتاری آئے، ترک آئے، مصری اور سوڈانی آئے مگر مسلمانوں سے پہلے جو قومیں بھی آئیں آج ان میں سے کیا کوئی ملت یا قوم باقی ہے؟ کیا کسی کی بھی ہستی علیحدہ بتلائی جاسکتی ہے؟ سب کے سب ہندو قوم میں جذب ہو گئے.

وجہ صرف یہ تھی کہ انھوں نے اکثریت کے یونیفارم کو اختیار کر لیا، دھوتی، چوٹی، ساڑھی رسم ورواج وغیرہ میں انہی کے تابع ہو گئے، اس لئے ان کی ہستی مٹ گئی باوجود اختلاف عقائد کے سب کو ہندو قوم کہا جاتا ہے، اور کسی کی قومی ہستی جس سے اس کی امتیازی شان ہو باقی نہیں.

ہاں جن قوموں نے امتیازی یونیفارم کو قائم رکھا وہ آج اپنی قومیت اور ملت کا تحفظ اور امتیاز رکھتے ہیں، پرشین قوم ہندوستان میں آئی، ہندو قوم اور راجاؤں نے ان کو ہضم کرنا چاہا، عورتوں کا یونیفارم بدلوادیا معیشت اور زبان بدلوہوی مگر مردوں کی ٹوپی نہ بدلی گئی بالآخر آج وہ زندہ قوم اور موجودہ ممتاز ملت ہیں، سکھوں نے اپنی امتیازی وردی قائم کی، سر اور ڈاڑھی کے بالوں کو محفوظ رکھا، آج ان کی قوم امتیازی حیثیت رکھتی ہے، اور زندہ قوم شمار کی جاتی ہے، انگریز سولہویں صدی کے آخر میں آیا، تقریباً ڈھائی سو برس گذر گئے نہایت سرد ملک کا رہنے والا مگر اس نے اپنا یونیفارم کوٹ، پتلون، ہیٹ، کالر، نکٹائی، اس گرم ملک میں بھی نہ چھوڑی یہی وجہ ہے کہ اس کو پینتیس کروڑ والا ملک اپنے میں ہضم نہ کر سکا، اس کی قوم اور ملت علٰحدہ ملت ہے اس کی ہستی دنیا میں قابل تسلیم ہے، مسلمان اس ملک میں آئے اور تقریباً ایک ہزار برس سے زائد ہوتا ہے کہ جب سے آئے ہیں اگر وہ اپنے خصوصی یونیفارم کو محفوظ نہ رکھتے تو آج اسی طرح ہندو قوم میں نظر آتے جیسے کہ مسلمانوں سے پہلے آنے والی قومیں ہضم ہوکر اپنا نام ونشان مٹا گئیں۔ آج بجز تاریخی صفحات کے ان کا نشان کرۂ زمین پر نظر نہیں آتا۔

مسلمانوں نے صرف یہی کیا کہ اپنا یونیفارم محفوظ رکھا، بلکہ یہ بھی کیا کہ اکثریت کے یونیفارم کو مٹا کر اپنا یونیفارم پہنانا چاہا، چند ہزار تھے اور چند کروڑ بن گئے، صرف یہی نہیں کہ پاجامہ، کرتہ، عبا، قبا عمامہ، دستار محفوظ رکھا، بلکہ اسمائے رجال ونسا، تہذیب وکلچر، رسم ورواج، زبان وعمارت وغیرہ جملہ اشیا کو محفوظ رکھا اس لئے ان کی ہستی ایک مستقل ہستی ہندوستان میں قائم رہی، اور جب تک اس کی مراعات رہیں گی، رہیں گے۔ اور جب چھوڑیں گے مٹ جائیں گے۔

ترقی اقوام وملل کا راز

(ج) ہر قوم نے جب بھی ترقی کی ہے تو اس کی کوشش کی ہے کہ اس کا یونیفارم، اس کا کلچر، اس کا مذہب، اس کی زبان، دوسروں پر غالب ہو جائے اور دوسرے ممالک واقوام میں پھیل جائے، آریہ قوم کی تاریخ پڑھو، فارسیوں کے کارنامے دیکھو، کلدانیوں اور عبرانیوں کی تاریخ کا مطالعہ کرو، یہودیوں اور عیسائیوں کے انقلابات کو غور سے دیکھو، دور کیوں جاتے ہو عربوں اور مسلمانوں کے اولوالعزم اعمال آپ کے سامنے موجود ہیں، زبان عربی صرف ملک عرب کی زبان تھی، عراق، سیریہ، فلسطین، مصر، سوڈان، الجیریا، ٹونس، مراکش، فارس، صحرالیبیا، سینگال، حرت وغیرہ میں کوئی شخص نہ عربی زبان سے آشنا تھا، نہ مذہب اسلام سے، نہ اسلامی رسم ورواج سے، مگر عربوں نے ان ملکوں میں اس طرح اپنی زبان، اپنا کلچر، اپنی تہذیب جاری کر دی کہ وہاں کی غیر مسلم اقوام آج بھی اسلامی یونیفارم، اسی کلچر، اسی تہذیب، اسی زبان کو اپنی چیزیں سمجھتے ہیں۔ اسرائیلی قومیں، کلدانی نسلیں عربی خاندان، ترکی برادریں، بڑی بڑی ذاتیں وغیرہ وغیرہ ان دیار میں سب کی سب منہضم ہو گئی ہیں اگر کسی کو اپنی ذات اور خاندان کا کچھ علم بھی ہے تو وہ بھی خیال خواب ہے سب کے سب اپنے کو عرب ہی سمجھتے ہیں اور عربیت ہی کے دعویدار ہیں۔ انگلستان کو دیکھئے، یہ اپنے جزیرے سے نکلتا ہے، کنیڈا، آسٹریلیا، امریکہ، نیوزلینڈ، کیپ ٹاؤن، ساؤتھ افریقہ وغیرہ وغیرہ میں پوری جدوجہد کر کے اپنی زبان اپنا کلچر اپنی تہذیب، اپنا مذہب، اپنا لباس وغیرہ پھیلا دیتا ہے۔ جو لوگ اس کے مذہب میں داخل بھی نہیں ہوتے وہ بھی اس کی تہذیب اور فیشن میں منجذب ہو جاتے ہیں اور یہی حال ہندوستان میں روز افزوں ترقی

پذیر ہے، ہندو قوم اسی سیلاب کو دیکھ کر اپنی وہ مردہ زبان سنسکرت، جس کو تاریخ کسی طرح عام زبان، ہندوستان یا کم از کم آریہ نسل کی، نہیں بتا سکتی، آج اس کی اشاعت کی کوشش کر رہی ہے، اس کا لیکچرار کھڑا ہوتا ہے اور فی صدی پچاس یا اس سے زائد الفاظ سنسکرت کے ٹھونس کر اپنی تقریر کو نا قابل فہم بنا دیتا ہے. خود اس کی قوم ان الفاظ کو نہیں سمجھ سکتی، اور بالخصوص اس کا مذہبی واعظ تو تقریبا اسی نوے فی صد الفاظ سنسکرت اور بھاشا کے بولتا ہے. مگر بات یہ ہے کہ اس کی قوم اس کو بنظر استحسان ہی دیکھتی ہے بڑے بڑے گروکل اور ودیا پیٹھ اس زبان مردہ کو زندہ کرنے کے لئے جاری کئے جا رہے ہیں. حالانکہ روئے زمین پر کوئی قوم یا ملک اس زبان کا بولنے والا موجود نہیں ہے، اور غالباً پہلے کسی زمانہ میں بھی یہ زبان عام پبلک کی زبان نہ تھی، وہ انتہائی کوشش کر رہا ہے کہ تمام ہندوستان میں اسی کے قدیمی رسم خط کو جاری کیا جائے، حالانکہ وہ نہایت ناقص رسم خط ہے وہ اپنی انتہائی کوشش کر رہا ہے کہ دھوتی باندھنا نہ چھوڑے، ایم، ایل، سی، ایم، ایل، اے، اسمبلی کا پریسڈنٹ، کونسل کا پریسڈنٹ، اس کی قوم کا جج، ڈپٹی کلکٹر وغیرہ وغیرہ دھوتی باندھ کر، سر کھول کر، قمیص پہن کر برسر اجلاس آتا ہے. حالانکہ دھوتی میں پاجامہ سے بدرجہا زیادہ کپڑا خرچ ہوتا ہے پردہ بھی پورا نہیں ہوتا، سردی اور گرمی سے بھی پوری حفاظت نہیں ہوتی، باوجود ان سب امور کے پائجامہ پہننا اختیار نہیں کرتا، چوٹی سر پر رکھنا، جنیو لگانا، ضروری سمجھتا ہے یہ کیا چیزیں ہیں؟ کیا یہ قومی شعار، قومی یونیفارم نہیں ہے؟ کیا اسی وجہ سے وہ اپنی ہستی کی صورت نہیں نکال رہا ہے؟ گرونانک اور اس کے اتباع نے چاہا کہ اپنے تابعداروں کی مستقل ہستی قائم کریں، تو بال کانہ منڈانا، ڈاڑھی کانہ کترواناپانہ منڈوانا، لوہے کے کڑے کا پہننا کرپان کا رکھنا قومی یونیفارم بنادیا آج اسی شعار

پر سکھ قوم مری جاتی ہے اس گرم ملک میں طرح طرح کی تکالیف سہتی ہے مگر بالوں کا کتروانا یا منڈوانا قبول نہیں کرتی. اگر وہ ان چیزوں کو چھوڑ دے دنیا سے اس کی امتیازی ہستی اور قومی موجودیت فنا کے گھاٹ اتر جائے گی.

داڑھی مسلمان کا یونیفارم ہے

مذکورہ بالا معروضات سے بخوبی واضح ہے کہ کسی قوم اور مذہب کا دنیا میں مستقل وجود جب ہی قائم ہو سکتا ہے، اور باقی جب ہی رہ سکتا ہے جب کہ وہ اپنے لئے خصوصیات وضع قطع میں، تہذیب و کلچر میں، بودوباش میں، زبان اور عمل میں، اختیار کرلے، اس لئے ضروری تھا کہ مذہب اسلام جو کہ اپنے عقائد، اخلاق و اعمال وغیرہ کی حیثیت سے تمام مذاہب دنیاویہ اور تمام اقوام عالم سے بالاتر تھا، اور ہے خصوصیات اور یونیفارم مقرر کرے، اور ان کے تحفظ کو قومی اور مذہبی تحفظ سمجھتا ہو، ان کے لئے جان لڑادے، اس کی وہ خصوصیات اور یونیفارم خداوندی تابعداروں اور الٰہی بندوں کے یونیفارم ہوں جن سے وہ اللہ کے سرکشوں اور دشمنوں سے متمیز اور علیحدہ ہو جاوے. اور ان کی بنا پر باغیان بارگاہ الوہیت میں تمیز ہوا کرے. چنانچہ یہی راز من تشبہ بقوم فھو منھم کا ہے بسا اوقات نوجوانوں کو بہت غصہ آجاتا ہے اسی بنا پر جناب رسول اللہ ﷺ نے اپنے تابعداروں کے لئے خاص خاص یونیفارم تجویز فرمائے کہیں فرمایا جاتا ہے "ہم میں اور مشرکوں میں فرق ٹوپیوں پر عمامہ باندھنے سے ہوتا ہے" فرق ما بیننا وبین المشرکین العمائم علی القلانس (او کما قال) اسی بنا پر مخالفت اہل کتاب مانگ نکالنے میں اختیار کی گئی ہے اسی بنا پر ازار اور پاجامہ میں ٹخنے کھولنے کا حکم دیا گیا ہے تاکہ اہل تکبر سے تمیز ہو جائے. اسی طرح بہت سے احکام، اسلام میں

پائے جاتے ہیں، جن کے بیان میں بہت طول ہے اور جن میں یہودیوں سے نصاریٰ سے مجوسیوں سے، مشرکوں سے امتیاز اور علحدگی کا حکم کیا گیا ہے اور ان امور کو ذریعہ امتیاز بنایا گیا ہے اور یہی وجہ ہے کہ عورتوں کو مردوں اور مردوں کو عورتوں سے علحدہ علحدہ یونیفارم میں دیکھنا ضروری قرار دیا گیا ہے، اور عورتوں کے یونیفارم میں رہنے والے مرد اور مردوں کے یونیفارم میں رہنے والی عورت کو لعنت کی گئی، انہی امور میں سے عربی میں خطبہ جاری کرنا بھی ہے اور انہی امور میں سے مونچھ کا منڈوانا اور کتروانا اور ڈاڑھی کا بڑھانا بھی ہے.

(۱) صحیح بخاری اور مسلم میں ہے خالفو المشرکین اوفروا اللحی واحفوا الشوارب، (مسلم) جزوا الشوارب وارخوا اللحی خالفوا المجوس، (بخاری ص ۸۷۵)، من لم یاخذ من شاربہ فلیس منا (ترمذی، نسائی)

ان روایات کے مثل اور بہت سی روایتیں کتب حدیث میں موجود ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ اس زمانہ میں مشرکین اور مجوس ڈاڑھی منڈاتے تھے اور مونچھیں بڑھاتے تھے، جیسا کہ آج عیسائی اور ہندو قوم کر رہی ہے اور یہ امر ان کے مخصوص یونیفارم میں داخل تھا، بنا بریں ضروری تھا کہ مسلمانوں کو دوسرے یونیفارم کا جو کہ ان کے یونیفارم کے خلاف ہو حکم کیا جائے نیز یہ بھی معلوم ہو گیا کہ لوگوں کا ڈاڑھی بڑھانے کے متعلق یہ کہنا کہ یہ عمل اس زمانہ میں عرب کے اس رواج کی وجہ سے ہے جو کہ اس زمانہ میں جاری تھا کہ ڈاڑھیاں بڑھاتے تھے اور مونچھیں کٹاتے تھے غلط ہے بلکہ اس زمانہ میں بھی مخالفین اسلام کا یہ شعار تھا.

جس طرح اس قسم کی روایات مذکورہ بالا سے یہ معلوم ہوا کہ یہ یونیفارم

مشرکین اور مجوس کا تھا، اس لئے ضروری ہوا کہ مسلمانوں کو ان کے خلاف یونیفارم دیا جائے تاکہ تمیز کامل ہو، اسی طرح حدیث عَشْرٌ مِنَ الْفِطْرَةِ قَصُّ الشَّارِبِ وَاِعْفَاءُ اللِّحْيَةِ الخ (ابوداؤد ص ۸) وغیرہ بتلارہی ہے کہ خداوندی کے خاص خاص مقربین اور ندیموں (انبیاء اور مرسلین علیہم السلام) کے یونیفارم میں سے مونچھوں کا کتروانا اور ڈاڑھی کا بڑھانا ہے کیونکہ فطرت انہی امور کو اس جگہ میں کہا گیا ہے جو کہ انبیاء علیہم السلام کے شعار میں سے ہے جیسا کہ بعض روایتوں میں بجائے لفظ فطرت کے من سنن یا اس کا ہم معنی موجود ہیں۔

خلاصہ یہ نکلا کہ یہ خاص یونیفارم اور شعار ہے جو کہ مقربان بارگاہ الوہیت کا ہمیشہ سے یونیفارم رہا ہے اور پھر دوسری قومیں اس کے خلاف کو اپنا یونیفارم بنائے ہوئے ہیں (جو کہ اللہ تعالیٰ کے قوانین کو توڑنے والی اور اس سے بغاوت کرنے والی ہیں) اس لئے دو وجہ سے اس یونیفارم کو اختیار کرنا ضروری ہوا[1]

(۲) علاوہ ازیں ایک محمدی کو حسب اقتضائے فطرت اور عقل لازم ہونا چاہئے کہ وہ اپنے آقا کا سارنگ ڈھنگ، چال چلن، صورت سیرت، فیشن کلچر وغیرہ بنائے اور اپنے محبوب و آقا کے دشمنوں کے فیشن اور کلچر سے پرہیز کرے، ہمیشہ عقل اور فطرت کا تقاضا یہی رہا ہے اور یہی ہر قوم اور ہر ملک میں پایا جاتا ہے، آج یورپ سے بڑھ کر روئے زمین پر حضرت محمد ﷺ اور مسلمانوں کا دشمن کون ہے؟ واقعات کو دیکھئے، اس بنا پر بھی جو ان کے خصوصی

(۱) دونوں وجہیں اسی خلاصہ میں ذکر کی گئی ہیں (۱) ڈاڑھی ہمیشہ سے غیروں کی مخالفت سے قطع نظر کر کے مقربان بارگاہ الوہیت کا شعار رہی ہے (۲) چونکہ دوسری اقوام اس کے خلاف کو یعنی ڈاڑھی منڈانے کو اپنا یونیفارم بنائے ہوئے ہیں اس لئے ان کے شعار کے برخلاف کو یعنی ڈاڑھی رکھنے کو مسلمانوں کا یونیفارم بتلایا گیا ہے ۱۲ سعید احمد

شعار اور فیشن ہیں ہم کو ان سے انتہائی تنفر ہونا چاہئے، خواہ وہ کرزن فیشن ہو یا گلیڈ اسٹون فیشن ہو، خواہ وہ فرنچ ہو یا امریکن، خواہ وہ لباس سے تعلق رکھتا ہو یا بدن سے، خواہ وہ زبان سے متعلق ہو یا تہذیب وعادات سے، ہر جگہ اور ہر ملک میں یہی امر طبعی اور فطری شمار کیا گیا ہے کہ دوست کی سب چیزیں پیاری ہوتی ہیں اور دشمن کی سب چیزیں مبغوض اور لوپری، بالخصوص جو چیزیں دشمن کی خصوصی شعار ہو جائیں.

اس لئے ہماری جدوجہد یہ ہونی چاہئے کہ ہم غلامان محمد ﷺ اور ان کے فدائی بنیں، نہ کہ غلامان کرزن وہارڈنگ، فرانس وامریکہ وغیرہ.

باقی رہا امتحان مقابلہ یا ملازمتیں یا آفس کے ملازموں کے طعنے وغیرہ تو یہ نہایت کمزور امر ہے کہ سکھ امتحان مقابلہ بھی دیتے ہیں، چھوٹے اور بڑے عہدوں پر بھی مقرر ہیں، اپنی وردی پر مضبوطی سے قائم ہیں کوئی ان کو ٹیڑھی بھینگی آنکھ سے بھی نہیں دیکھ سکتا. باوجود اپنے قلیل التعداد ہونے کے سب سے زیادہ ملازمتیں اور عہدے لئے ہوئے غرارہے ہیں اسی طرح ہندوؤں میں بھی بکثرت ایسے افراد وخاندان پائے جاتے ہیں، پٹیل کی ڈاڑھی کو دیکھئے اور برہموں سماج وغیرہ کے بہت سے بنگالیوں اور گجراتیوں کا معائنہ کیجئے. یہ سب باتیں ہماری کمزوریوں کی ہیں. فقط (رسالہ "ڈاڑھی کا فلسفہ" تمام ہوا منقول از امداد الفتاوی ج ۴ ص ۲۳۱ تا ۲۳۸)

ڈاڑھی منڈا کر اللہ ورسول کو نہ ستاؤ

علاوہ بریں ایک مسلمان کے لئے اس سے زیادہ حرماں نصیبی کی کوئی بات نہیں کہ اس کے کسی قول یا فعل سے اللہ پاک ناراض ہوں یا اس کے سچے رسول ﷺ کو تکلیف پہنچے، ورنہ وہ دنیا وآخرت میں اللہ پاک کی رحمت سے محرومی

اور ذلیل کرنے والے عذاب کا مستحق ہو کر رہ جائے گا اللہ پاک کا ارشاد ہے:

إِنَّ الَّذِينَ يُؤْذُونَ اللَّهَ وَرَسُولَهُ لَعَنَهُمُ اللَّهُ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ وَأَعَدَّ لَهُمْ عَذَابًا مُّهِينًا (الاحزاب ۵۷)

ترجمہ بیشک جو لوگ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کو ایذا پہنچاتے ہیں اللہ تعالیٰ ان پر دنیا و آخرت میں لعنت کرتا ہے اور ان کے لئے ذلیل کرنے والا عذاب تیار کر رکھا ہے۔

حضرت تھانوی رحمہ اللہ نے لکھا ہے کہ اللہ کے ناراض کرنے کو مجازاً "ایذا" کہہ دیا گیا ہے حضرت تھانوی رحمہ اللہ کے اس ارشاد سے معلوم ہوا کہ رسول اللہ ﷺ کو ایذا دینا حقیقی ہے۔

اب آپ آئندہ واقعہ سے اندازہ لگایئے کہ اس فعل شنیع یعنی ریش تراشی سے رسول اللہ ﷺ کو کس قدر سخت نفرت ہے اور آپ ﷺ کو اس سے کس قدر تکلیف ہوتی ہے اور آپ اس سے کس قدر ناراض ہوتے ہیں۔

جب شاہ ایران، خسرو پرویز، کے پاس حضرت عبد اللہ بن حذافہؓ کے ہاتھ آنحضرت ﷺ کا تبلیغی والا نامہ پہنچا تو اس نے نامۂ مبارک دیکھتے ہی غصے سے اس کو چاک کر دیا اور پھر یوں بکا کہ "ہماری رعایا کا ادنیٰ شخص ہمیں خط لکھتا ہے اور اپنا نام ہمارے نام سے پہلے لکھتا ہے"

اس کے بعد باذان کو جو اس کی طرف سے یمن کا گورنر تھا اور عرب کا تمام ملک اس کے زیر نگیں سمجھا جاتا تھا حکم بھیجا کہ دو مضبوط آدمی بھیجو جو اس مدعی نبوت کو گرفتار کر کے لے آئیں۔

باذان نے ایک فوجی دستہ مامور کیا جس کے افسر کا نام خرخسرو تھا، نیز حالات محمدیہ (علی صاحبها الف صلاة وتحية) پر گہری نظر ڈالنے کے لئے ایک ملکی افسر بھی اس کے ساتھ کر دیا جس کا نام بانویہ تھا، یہ دونوں افسر

جب بارگاہ رسالت میں حاضر ہوئے تو رعب نبوت کی وجہ سے ان کی رگہائے گردن تھر تھرا رہی تھی۔
یہ لوگ چونکہ آتش پرست پارسی تھے اس لئے ڈاڑھیاں منڈی ہوئی اور مونچھیں بڑھی ہوئی تھیں۔
ان کے چہرے پر نظر ڈال کر آپ کو تکلیف پہنچی، آپ ﷺ نے پہلا سوال ان سے یہ کیا کہ ایسی صورت بنانے کا تم سے کس نے کہا ہے؟
انھوں نے جواب دیا کہ ہمارے رب کسریٰ نے (وہ اپنے بادشاہ کسریٰ کو رب کہا کرتے تھے) آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:
مگر میرے رب نے تو مجھے یہ حکم دیا ہے کہ ڈاڑھی بڑھاؤں اور مونچھیں کترواؤں،

وکانا قد دخلا علی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وقد حلق لحاھما واعفیا شواربھما فکرہ النظر الیھما. وقال: ویلکما من امر کما بھذا؟ فقالا: امرنا بھذا ربنا، یعنیان کسری، فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: لکن ربی امرنی باعفاء لحیتی وقص شاربی[1]

قصہ طویل ہے مگر یہاں صرف یہ دکھانا ہے کہ غیر مسلم سفیروں کی اس صورت وشکل سے بھی آنحضرت ﷺ کو طبعی تکلیف ہوئی۔
اب آپ غور فرمائیں کہ بے ریش رہنے کی چند سال کی عادت کے بعد آپ کو ڈاڑھی والی صورت دیکھنے سے کتنی تکلیف ہوتی ہے؟ اگر آنحضرت ﷺ کو عمر بھر کی عادت شریفہ سے مانوس ہونے کی وجہ سے منڈی ہوئی

(۱) الوفا باحوال المصطفی لابن جوزی ج۲ ص ۴۳۳ طبقات ابن سعد جلد اول مصنف ابن ابی شیبہ مسند حارث بن اسامہ اور سیرت حلبیہ میں بھی یہ واقعہ مذکور ہے، مصنف میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا. لکن فی دیننا ان نُحفيَ الشارب وان نعفي اللحية (لیکن ہمارے مذہب میں مونچھ کم کرنا اور ڈاڑھی بڑھانا ہے)

ڈاڑھی والے کا منہ دیکھنے سے ایسی ہی تکلیف ہو تو کون وجہ مانع ہے؟ نعوذ باللہ من اذیتہ واذیۃ رسولہ۔

خشخشی ڈاڑھی کا حکم

حدیث شریف میں ہے کہ:

کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یُکْثِرُ دُھْنَ رَأسِہٖ وَتَسْرِیْحَ لِحْیَتِہٖ	جناب رسول اللہ ﷺ سر میں تیل کی مالش اور کنگھی سے ڈاڑھی کی آرائش بکثرت فرماتے تھے۔

اور واضح بات ہے کہ خشخشی ڈاڑھی میں نہ کنگھی ہوتی ہے نہ اس کی ضرورت پڑتی ہے کہ اس کو سنوارا جائے اور یہی حال چھوٹی ڈاڑھی کا ہے۔

نیز ان احادیث پر جو ہم نے شروع کتاب میں بیان کی ہیں ایک نظر ڈالنے سے معلوم ہوگا کہ جن احادیث میں مشرکین کی مخالفت کا حکم ہے ان میں مونچھیں پست کرانے کا اور ڈاڑھی کو معاف رکھنے کا (ہاتھ نہ لگانے کا) حکم ہے اس سے ڈاڑھی خشخشی کرانے کی ممانعت صراحۃً نکل آتی ہے۔

اسی طرح جن احادیث میں مجوس کی مخالفت کا ذکر ہے ان میں مونچھ کترانے اور ڈاڑھی لٹکانے کا حکم ہے اور ظاہر ہے خشخشی ڈاڑھی میں لٹکانا نہیں پایا جاتا اس لئے وہ بھی ممنوع ہے۔

ڈاڑھی خشخشی کرانے والے کو امام بنانا کیسا ہے؟

امامت کا منصب بہت عظیم ہے ڈاڑھی جیسی عظیم الشان سنت کی ادائیگی میں کوتاہی کرنا اور مقدار مسنونہ کی رعایت نہ کرنا منصب امامت کے بالکل خلاف ہے ڈاڑھی مونڈنا یا خشخشی کرنا علانیہ فسق کی علامت ہے، ایسا

شخص فاسق مُعْلِن ہے اس لئے امام صاحب پر لازم ہے کہ اپنی اس حرکت سے توبہ کریں اور مقدار مسنونہ کے مطابق ڈاڑھی رکھیں، اگر وہ اپنی اس حرکت کو نہ چھوڑیں تو ان کی امامت مکروہ ہے ایسے شخص کو امامت کے عظیم منصب پر قائم نہ رکھا جائے معزول کر دیا جائے، شامی میں ہے:

واما الفاسق فقد عللوا کراھۃ تقدیمہ بانہ لایھتم لامر دینہ وبان فی تقدیمہ للامامۃ تعظیمہ وقد وجب علیھم اھانتہ شرعاً (شامی ۱/ ۵۲۳ باب الامامۃ) یعنی فاسق کو نماز میں امام نہ بنانے کی علت (دلیل) علماء نے یہ بیان کی ہے کہ وہ دینی امور کا اہتمام نہیں کرتا، اور ایسے شخص کو امام بنانے میں اس کی تعظیم لازم آتی ہے، حالانکہ شرعاً وہ اہانت کے قابل ہے۔

فتاوی رحیمیہ میں ہے: امام متقی پرہیزگار ظاہر میں گناہ اور برائی سے پاک ہونا چاہئے حدیث شریف میں ہے وقد ورد عن ابن عمرؓ مرفوعاً اجعلوا ائمتکم خیارکم فانھم وفدکم فیما بینکم وبین ربکم رواہ البیھقی بسند ضعیف وفی روایۃ ان سرکم ان تقبل صلوتکم فلیؤمکم علمائکم فانھم وفدکم ،فیما بینکم وبین ربکم رواہ الطبرانی وفی روایۃ الحاکم فلیؤمکم خیارکم وسکت عنہ یعنی اگر تم چاہتے ہو کہ تمہاری نماز درجۂ مقبولیت کو پہونچے تو تم میں جو زیادہ متقی و پرہیزگا ہو وہ تمہارا امام بنے کہ امام تمہارے اور تمہارے رب کے درمیان بطور قاصد ہے (شرح نقایہ ج ۱ ص ۸۶ الی قولہ) حدیث شریف میں ہے لایؤم فاجر مؤمنا یعنی فاسق وفاجر کسی مومن کا امام نہ بنے (ابن ماجہ) ایسے امام کے پیچھے نماز مکروہ اور اس کو امام بنانا گناہ ہے، کبیری میں ہے لو قدموا فاسقایأثمون یعنی اگر فاسق کو امام بنائیں تو گنہ گار ہوں گے۔ (کبیری ص ۴۷۹) ڈاڑھی ایک مشت رکھنا ضروری ہے شارح مشکوۃ حضرت شاہ عبدالحق محدث دہلویؒ فرماتے ہیں

کہ "وگذاشتن آں بقدر قبضہ واجب است" یعنی ایک مشت ڈاڑھی رکھنا واجب ہے (اشعة اللمعات ج۱ ص۲۸۸)

قاضی ثناء اللہ پانی پتی فرماتے ہیں "تراشیدن ریش بیش از قبضہ حرام است" (مالا بدمنہ ص۱۳۰) لہٰذا ڈاڑھی منڈوانا یا اتنی کتروانا کہ ایک مٹھی سے کم رہ جائے حرام ہے اس لحاظ سے بھی یہ امام فاسق ہے اور فاسق کی امامت مکروہ ہے لہٰذا ایسے فاسق (بدکار) امام کو معزول کرنا ضروری ہے متولی ایسے امام کو علیحدہ نہ کرے تو دوسری مسجد میں نماز پڑھے۔ کوئی اور مسجد نہ ہو تو مجبوراً اس کے پیچھے نماز پڑھ لے، (حدیث میں ہے صلوا خلف کل بر وفاجر، (ہدایہ اولین ج۱ ص۱۰۱) کیونکہ جماعت کا ترک کرنا بھی درست نہیں ہے، جماعت کی بڑی اہمیت اور فضیلت ہے، علماء نے جماعت سے نماز پڑھنے کو واجب بھی کہا ہے لہٰذا جماعت ترک نہ کرے، البتہ اس امام کو علیحدہ کرنے کی کوشش کرتا رہے۔ (فتاوی رحیمیہ ص۱۷۵، ۱۷۶، ج۱، نیز ج۴ ص۳۵۰)

فتاوی دار العلوم میں ہے۔ سوال زید کی ڈاڑھی کٹی ہوئی ہے بمقدار ایک دو انگل کے باقی ہے پوری چار انگل نہیں ہے اس کے پیچھے نماز جائز ہے یا نہیں؟

الجواب: در مختار میں ہے کہ چار انگشت سے کم ڈاڑھی کا قطع کرانا حرام ہے، واما قطعها وهي دونها فلم يُبحْهُ احد، اور نیز در مختار میں ہے ولذا يحرم على الرجل قطع لحيته پس شخص مذکور کے پیچھے نماز مکروہ ہے اگرچہ بحکم صلوا خلف کل بر و فاجر اس کے پیچھے نماز ہو جاتی ہے لیکن ایسے شخص کو امام بنانا نہ چاہئے لان في امامته تعظيمه وتعظيم الفاسق حرام، (شامی) فقط (فتاوی دار العلوم مدلل و مکمل ج۳ ص۱۸۱ باب الامامۃ) فقط والله اعلم بالصواب۔ (فتاوی رحیمیہ ج۷ ص۲۷۳ تا ۲۷۵)

خلاف سنت ڈاڑھی رکھنے والے حافظ کی امامت

سوال: ڈاڑھی کترے حافظ کے پیچھے نماز، خواہ تراویح ہو، کیا حکم ہے، بعض لوگ کہتے ہیں کہ ڈاڑھی کی خاص اہمیت نہیں ہے۔

الجواب: بصورت مسئولہ ڈاڑھی رکھنا واجب ہے، ڈاڑھی منڈانا یا ایک مشت سے کم کرنا ناجائز و حرام ہے ڈاڑھی کترا حافظ بے شک فاسق و فاجر ہے جب تک کہ اس فعل سے توبہ نہ کرے، نیز مکروہ تحریمی پر عمل کرنا عملاً حرام ہے، جو شخص ڈاڑھی ایک مشت سے کم کراتا ہو اس کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی ہے، ڈاڑھی ایک مشت رکھنے پر چاروں مذاہب کا اتفاق ہے شامی، فتاوی عالمگیری اور فقہ کی دوسری کتابوں میں یہ مسئلہ مذکور ہے،

(فتاوی رحیمیہ ج۱۰ص ۱۲۳)

ڈاڑھی کٹانے سے توبہ کرلی تو بھی ڈاڑھی پوری ہونے تک اس کی امامت مکروہ ہے

سوال: ایک آدمی ڈاڑھی منڈواتا ہے اب اس نے سچے دل سے توبہ کرلی ہے اور اس نے ڈاڑھی چھوڑنے کا عزم کرلیا ہے کیا اس حالت میں جبکہ وہ توبہ کر چکا ہے مگر ڈاڑھی بڑھی نہیں ہے اور نہ جلدی ڈاڑھی اُگانا اس کے بس کی بات ہے آیا اس کے امام بننے میں کراہت ہوگی؟ بینوا توجروا

الجواب باسم ملهم الصواب

توبہ کے باوجود ایسے شخص کی امامت دو وجہ سے مکروہ ہے ایک یہ کہ اس پر تاحال اثر صلاح نمایاں نہیں ہوا یہ فیصلہ نہیں کیا جاسکتا کہ آئندہ اس کبیرہ

سے احتراز کا اہتمام کرے گا یا نہیں؟ دوسری وجہ یہ ہے کہ جن لوگوں کو توبہ کا علم نہیں ان کو مغالطہ ہوگا اور وہ یہی سمجھیں گے کہ فاسق نماز پڑھا رہا ہے فقط واللہ تعالیٰ اعلم (احسن الفتاویٰ ج ۳ ص ۲۶۲)

جو حافظ صرف رمضان میں ڈاڑھی رکھے اس کی امامت کا حکم

جو حافظ ڈاڑھی منڈاتے یا کترواتے ہوں وہ گناہ کبیرہ کے مرتکب اور فاسق ہیں تراویح میں بھی ان کی امامت جائز نہیں، اور ان کی اقتدا میں نماز مکروہ تحریمی ہے (یعنی عملاً حرام ہے) اور جو حافظ صرف رمضان المبارک میں ڈاڑھی رکھ لیتے ہیں اور بعد میں صاف کرا دیتے ہیں ان کا بھی یہی حکم ہے ایسے شخص کو فرض نماز اور تراویح میں امام بنانے والے بھی فاسق اور گنہگار ہیں۔

(آپ کے مسائل اور ان کا حل ج ۷ ص ۹۸)

دوران حج ڈاڑھی رکھ لینا اور بعد میں صاف کر دینا

جو حضرات سفر حج کے دوران یا حج سے واپس آکر ڈاڑھی منڈاتے یا کترواتے ہیں ان کی حالت عام لوگوں سے زیادہ قابل رحم ہے، اس لئے کہ خدا کے گھر میں بھی کبیرہ گناہ سے باز نہیں آتے، حالانکہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں وہی حج مقبول ہوتا ہے جو گناہوں سے پاک ہو۔ اور بعض اکابر نے حج مقبول کی علامت یہ لکھی ہے کہ حج سے آدمی کی زندگی میں دینی انقلاب آجائے یعنی وہ حج کے بعد طاعات کی پابندی اور گناہوں سے بچنے کا اہتمام کرنے لگے۔

جس شخص کی زندگی میں حج سے کوئی تغیر نہیں آیا، اگر پہلے فرائض کا تارک تھا تو اب بھی ہے، اور اگر پہلے کبیرہ گناہوں میں مبتلا تھا تو حج کے بعد بھی بدستور گناہوں میں ملوث ہے ایسے شخص کا حج درحقیقت حج نہیں محض سیر و تفریح اور چلت پھرت ہے، گو فقہی طور پر اس کا فرض ادا ہو جائے گا۔ لیکن حج کے

ثواب اور برکات اور ثمرات سے وہ محروم رہے گا کتنی حسرت وافسوس کا مقام ہے کہ آدمی ہزاروں روپے کے مصارف بھی اٹھائے اور سفر کی مشقتیں بھی برداشت کرے اس کے باوجود اسے گناہوں سے توبہ کی توفیق نہ ہو. اور جیسا گیا تھا ویسا ہی خالی ہاتھ واپس آجائے. اگر کوئی شخص سفر حج کے دوران زنا اور چوری کا ارتکاب کرے اور اسے اپنے اس فعل پر ندامت بھی نہ ہو اور نہ اس سے توبہ کرے تو ہر شخص سوچ سکتا ہے کہ اسکا حج کیسا ہوگا؟ ڈاڑھی منڈانے کا کبیرہ گناہ ایک اعتبار سے چوری اور بدکاری سے بھی بدتر ہے کہ وہ وقتی گناہ ہیں، لیکن ڈاڑھی منڈانے کا گناہ چوبیس گھنٹے کا گناہ ہے آدمی ڈاڑھی منڈا کر نماز پڑھتا ہے، روزہ رکھتا ہے، حج کا احرام باندھے ہوئے ہے، لیکن اس کی منڈی ہوئی ڈاڑھی عین نماز، روزہ اور حج کے دوران بھی آنحضرت ﷺ کی زبان سے اس پر لعنت بھیج رہی ہے، اور وہ عین عبادت کے دوران بھی حرام کا مرتکب ہے. حضرت شیخ قطب العالم مولانا محمد زکریا صاحب کاندھلوی ثم مدنی نور اللہ مرقدہ اپنے رسالہ "ڈاڑھی کا وجوب" میں تحریر فرماتے ہیں.

"مجھے ایسے لوگوں کو (جو ڈاڑھی منڈاتے ہیں) دیکھ کر یہ خیال ہوتا تھا کہ موت کا کوئی وقت مقرر نہیں اور اس حالت میں (جب ڈاڑھی منڈی ہوئی ہو) اگر موت واقع ہوئی تو قبر میں سب سے پہلے سید الرسل ﷺ کے چہرۂ انور کی زیارت ہوگی تو کس منہ سے چہرۂ انور کا سامنا کریں گے.

اس کے ساتھ ہی بار بار یہ خیال آتا تھا کہ گناہ کبیرہ: زنا، لواطت، شراب نوشی، سود خوری وغیرہ تو بہت ہیں مگر وہ سب وقتی ہیں. نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے: لایزنی الزانی وھو مومن الخ. یعنی جب زناکار زنا کرتا ہے تو وہ اس وقت مؤمن نہیں ہوتا۔

مطلب اس حدیث کا مشائخ نے یہ لکھا ہے کہ زنا کے وقت ایمان کا نور اس سے جدا ہوجاتا ہے لیکن زنا کے بعد وہ نور ایمانی مسلمان کے پاس واپس

آجاتا ہے مگر قطع لحیہ (ڈاڑھی منڈانا اور کترانا) ایسا گناہ ہے جو ہر وقت اس کے ساتھ رہتا ہے نماز پڑھتا ہے تو بھی یہ گناہ ساتھ ہے، روزہ کی حالت میں، حج کی حالت میں غرض ہر عبادت کے وقت یہ گناہ اس کے ساتھ لگا رہتا ہے"

(ڈاڑھی کا وجوب ص ۴)

پس جو حضرات حج و زیارت کے لئے تشریف لے جاتے ہیں ان کا فرض ہے کہ وہ خدا اور رسول اللہ ﷺ کی پاک بارگاہ میں حاضر ہونے سے پہلے اپنی مسخ شدہ شکلیں درست کریں اور اس گناہ سے سچی توبہ کریں اور آئندہ ہمیشہ کے لئے اس فعل حرام سے بچنے کا عزم کریں، ورنہ خدانخواستہ ایسا نہ ہو کہ شیخ سعدی کے اس شعر کے مصداق بن جائیں۔

خر عیسیٰ اگر بہ مکہ رود چو بیاید ہنوز خر باشد

(عیسیٰ کا گدھا اگر مکے بھی چلا جائے، جب واپس آئے گا تب بھی گدھا ہی رہے گا)

انہیں یہ بھی سوچنا چاہئے کہ وہ روضہ اطہر پر سلام پیش کرنے کے لئے کس منہ سے حاضر ہوں گے اور آنحضرت ﷺ کو ان کی بگڑی ہوئی شکل دیکھ کر کتنی اذیت ہوگی؟ (آپ کے مسائل اور ان کا حل ج ۷ ص ۱۰۰)

آزادروی دین کے لئے سنگ راہ بن جاتی ہے۔

اب آخری گذارش یہ ہے کہ تجربہ شاہد ہے کہ آزاد طبیعتیں جس فیشن کو بھی اختیار کر لیتی ہیں، خواہ شرعاً اور عقلاً وہ کتنی ہی بری ہو، اس کو چھوڑنا پسند نہیں کرتیں بلکہ اس کی خوبیاں ثابت کرنے میں اتنا زور لگاتی ہیں کہ خلاف کہنے والے کی زبان بند ہو جاتی ہے۔

لیکن میں اپنے بھائیوں کو نصیحت کرتا ہوں کہ یہ آزادی طبع آپ کے

لئے وبال جان بن جائے گی اور کل جب وقت ہاتھ سے نکل جائے گا تو پھر واویلا کروگے اور کہوگے کہ

ع اے روشنی طبع تو برمن بلا شدی!

خدارا تھوڑی دیر کے لئے عارضی خیالات سے خالی الذہن ہوکر اپنے نظام حیات پر غور کرو۔ اللہ پاک نے رسول اللہ ﷺ کی امت کو خیر الامم فرمایا ہے۔ مؤمن خواہ کتنا ہی بڑا فاسق وفاجر کیوں نہ ہو، اللہ پاک کے رسول کی محبت کا کچھ نہ کچھ حصہ اسے ضرور ملا ہوا ہوتا ہے، امید ہے کہ آپ کو دین کی اور رسول اللہ ﷺ کے لائے ہوئے نظام حیات کی قدر وقیمت معلوم ہوجائے گی، اور اللہ تعالیٰ آپ کو نبی امی ﷺ کے دین پر عمل کی توفیق سے نوازے گا۔

اور یہ بات آپ کے لئے شخصی اور قومی دونوں حیثیت سے مفید ہی ثابت ہوگی، کیونکہ اللہ پاک جل شانہ اور رسول اکرم ﷺ کی اطاعت کے بغیر بکھری ہوئی امت کی شیرازہ بندی کی اور کوئی صورت ممکن نہیں ہے۔

طاعتے سرمایۂ جمعیتے ربط اوراق کتاب ملتے

(بحمدہ تعالیٰ کتاب تمام ہوئی)

مصنف کی کتابیں

فیض المنعم شرح مقدمہ مسلم شریف
مفتاح العوامل شرح شرح مأۃ عامل
رحمۃ اللہ الواسعہ شرح حجۃ اللہ البالغہ
حصہ اول، دوم، سوم، چہارم
الفوز الکبیر فی اصول التفسیر
العون الکبیر شرح الفوز الکبیر
ڈاڑھی اور انبیاء کی سنتیں
تحفۃ الدرر شرح نخبۃ الفکر
مبادیٔ الفلسفہ
حرمت مصاہرت
کیا مقتدی پر فاتحہ واجب ہے؟
آسان نحو حصہ اول ودوم
آسان صرف حصہ اول ودوم
آسان منطق
معین الفلسفہ

مفتاح التہذیب شرح تہذیب
آپ فتویٰ کیسے دیں؟
محفوظات حصہ اول ودوم وسوم
حیات امام طحاوی رحمہ اللہ
حیات امام ابوداؤد سجستانی
مبادیات فقہ
اسلام تغیر پذیر دنیا میں
تفسیر ہدایت القرآن
پارہ ۳۰ و ۱ تا ۱۵
اسٹاک کی کتابیں
فتاوی رحیمیہ کامل
جلد اول تا جلد دہم
اصلاحِ معاشرہ
آداب اذان واقامت

کمپیوٹر کتابت: روشن کمپیوٹرز، محلہ اندرون کوٹلہ دیوبند Ph. 222086

Designed & Printed by H.S. Offset Printers Ph:011-23244240